الہام اور وحی

قرآن مجید اور صحیح احادیث سے الہام او[illegible] حقیقت

ظاہر کی گئی ہے

—— ۱۰۱ ——

مصنفہ مرزا حیرت دہلوی

مطبوعہ کرزن پریس دہلی

۱۳۲۳ ہجری

۶۲

۱۱۶۳۷ بسم اللہ الرحمن الرحیم

الہام اور وحی

ہمارا اور [illegible] ایک حد
تک معاملات کی [illegible] کریں گے شاید ہم اپنی کوشش میں
کامیاب ہوں [illegible] ناظرین کا [illegible] اطمینان کر سکیں

[illegible] الہام [illegible] اردو ادب [illegible] اکثر اولیاء اللہ کی
حکایات [illegible] بہت [illegible] جانی [illegible] بیان ہوا ہے کہ انکی ہدایات کا اکثر حصہ اور [illegible]
کا بڑا [illegible] ہوتا ہے [illegible] خیال [illegible]
[illegible] الہام کہتے ہیں [illegible] شخص [illegible]
سے [illegible] کا [illegible] بتاتا ہے اور لوگوں کے اہم سوالات کے جواب
دیتا ہے جو [illegible] کسی دنیاوی [illegible] اسی الہام نے اسلام [illegible] لیا کہ [illegible]
بعد تو قیر گرانی اور بعض معتقد تو ان سے بڑھ گئے کہ انھوں نے [illegible] اسلام [illegible] سمجھ لیا [illegible]
نے اگرچہ ایک حد تک بہت کارنمایاں کئے مگر بعض صورتوں میں اس کا اثر عوام جہلا کے [illegible]
ایک نوع برگزیدہ گروہ ہے جن کی نسبت یہ خیال [illegible] ہو سکتا ہے کہ [illegible] الہام ہوتا ہوگا اس گروہ نے کوئی
بین خرابی اعتقادات اسلام میں پیدا نہیں کی۔ دوسرا گروہ [illegible] اپنے کو صاحب الہام محض دنیا طلبی

کے لیے بنایا اور خدا کی ہزارہا مخلوق کے دلوں میں نئے وسوسے اور خدشے قایم کر دیئے اور انہیں کہیں کا بھی نہیں رکھا۔ اُنکی بعینہ یہی مثل ہوئی "نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے"

اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ الہام چیز کیا ہے یا بالفاظ دیگر الہام کسے کہتے ہیں۔ یہ تعجب سے دیکھا جاتا ہے کہ الہام کا لفظ قرآن مجید میں صرف ایک جگہ آیا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے فالھمھا فجورھا وتقوٰھا اس کے سوا تمام قرآن مجید میں الہام کا لفظ ہی نہیں آیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے الہام کا ترجمہ تلقین کیا ہے مگر حضرت شاہ رفیع الدین صاحب نے الہام کا ترجمہ "ڈالی" یعنے انداخت کیا ہے اور حضرت شاہ عبد القادر صاحب نے اسکا ترجمہ (سمجھ دی) کیا ہے۔ درحقیقت یہ سب ترجمے حاصل بالمعنی ہیں ؛

لھم اور الہام کے معنی دراصل نگلنے اور نگلانے کے ہیں چنانچہ قاموس میں یہی معنے لکھے ہیں لھمہ لھما وتلھمہ والتھمہ ابتلعہ بمرۃ یعنے ایک ہی دفعہ میں اسکو نگل گیا یہانتک تو لغت کی تحقیق ہوئی اب دیکھنا چاہیئے کہ تفسیر کبیر میں ہمارے امام فخر الدین رازی کیا لکھتے ہیں۔ امام صاحب تحریر فرماتے ہیں دراصل الہام کے معنی عربوں کے اس قول سے پائے جاتے ہیں لھم الشئ والتھمہ اذا ابتلعہ والھمتہ ذالک الشئ ای ابلعتہ یعنی جب کوئی شخص کسی شے کو نگل جائے تو کہتے ہیں لھم الشی یا کہتے ہیں التھمہ اور جب کوئی چیز کسی کو نگلائی جائے تو کہتے ہیں الھمتہ ذالک الشی اس سے آگے امام صاحب تحریر فرماتے ہیں یہ تو اصلی معنے ہیں پھر اس کا استعمال اسپر ہو گیا جو اللہ تعالیٰ بندے کے دل میں ڈالتا ہے کیونکہ وہ بھی بمنزلہ نگلا دینے کے ہیں جیسا کہ وہ فرماتے ہیں ثم استعمال ذالک فیما یقذفہ اللہ تعالیٰ فی قلب العبد لانہ کالابلاغ قاموس میں بھی اسی کے قریب لکھا ہے الھمہ خیرا یعنی اللہ نے اسکو نیکی سمجھائی۔ واحدی کا قول ہے التعلیم والتعریف والتبیین غیر والالھام ان یوقع اللہ فی قلب العبد شیئا یعنے سکھانا اور بتانا اور بیان کرنا دوسری چیز ہے اور الہام دوسری چیز ہے کیونکہ الہام وہ ہے جو اللہ کسی بندے کے دل میں کوئی چیز ڈالدے ۔

حضرت امام غزالیؒ نے اپنی بینظیر کتاب "احیاء العلوم" میں الہام کی بابت بڑی تفصیل سے بحث کی ہے جسکا خلاصہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں امام صاحب فرماتے ہیں "جو علم بدیہی نہیں اور دل میں کبھی کبھی آتے ہیں انکا دل میں آنا کسی طرح ہوتا ہے کبھی تو وہ دل میں اس صورت سے آتے ہیں گویا بیخبری میں کسی نے دل پر ڈال دیا کبھی بطریق تعلیم و استدلال کے حاصل ہوتے ہیں پس جو علم کہ بغیر اکتساب اور دلیل کے حاصل ہوتے ہیں

اُنہیں الہام کہتے ہیں اور جو استدلال سے حاصل ہوتے ہیں اُنہیں "اعتبار اور استبصار" بولتے ہیں پھر علم اول کی دو قسمیں ہیں ایک تو یہ کہ بندے کو خبر نہو کہ علم مذکور کہاں سے اور کسطرح حاصل ہوا اسکو تو الہام اور نفخ فی القلب کہتے ہیں اسکی خصوصیت اولیا اور اصفیا کے لئے ہو دوسرے یہ کہ جس ذریعہ سے وہ علم حاصل ہو وہ بندیکو معلوم ہو جائے یعنی وہ فرشتہ جو دل میں ڈالتا ہو نظر آجائے اُسکو "وحی" کہتے ہیں اور یہ انبیا کے لئے مخصوص ہو اور علم جو استدلال اور اکتساب سے ہوتا ہو وہ علماء کے لئے مخصوص ہو اور اصل یہ ہو کہ خود قلب میں اس امر کی استعداد فطری طور پر ودیعت ہوئی ہو کہ امر حق معلوم ہو جائے مگر وہی پانچ وجہیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہو اُسے مانع ہوتی ہیں تو گویا یہ چیزیں آئینہ قلب اور لوح کے بیچ میں حجاب ہو جاتی ہیں۔ لوح محفوظ وہ ہو جسپر تمام شدنی امور قیامت تک کے منقوش ہیں۔ لوح محفوظ سے حقایق علوم کا قلب پر جلوہ گر ہونا ایسا ہے کہ ایک آئینہ کا عکس دوسرے آئینہ کے محاذی میں معلوم ہوتا ہو اور جسطرح کہ دونوں آئینوں کے درمیان کا حجاب کبھی ہاتھ سے سرکا دیتے ہیں اور کبھی ہوا سے سرک جاتا ہو اسیطرح کبھی نسیم الطاف غیبی دامن چلتی ہو اور قلب کی آنکھ کے سامنے سے پردہ سرک جاتا ہو تو بعض چیزیں جو لوح محفوظ میں مسطور ہیں نظر آنے لگتی ہیں اور یہ امر کبھی تو خواب میں ہوتا ہو کہ اُس سے مستقبل کا حال معلوم ہو جاتا ہو اور بالکل حجاب کا مرتفع ہونا موت پر موقوف ہو۔ کیونکہ موت کی وجہ سے انکشاف تام حاصل ہو جاتا ہو اور کبھی بیداری میں ہوتا ہو کہ حجاب کے اُٹھتے ہی پردہ غیب سے علوم کی عجیب غریب باتیں دل پر منکشف ہو جاتی ہیں مگر یہ انکشاف بعض اوقات پے درپے ایک مدت تک گزرتا رہتا ہو اور اُس کا دائمی ہونا نہایت قلیل ہے کہ الہام اور اکتساب میں نہ تو نفس علم میں فرق ہو نہ محل اور سبب میں بلکہ اگر کوئی فرق ہے تو صرف حجاب کے زائل ہونیکا فرق ہو جو بندہ کے اختیار میں نہیں صرف اتنا فرق ہو کہ وحی میں وہ فرشتہ جو ذریعہ علم کا ہوتا ہو نظر آتا ہو اور علم جو دلوں میں حاصل ہوتا ہو وہ بھی فرشتوں ہی کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہو جیسا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما کان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنه ما یشاء یعنی اور کسی آدمی کی حد نہیں کہ اُس سے باتیں کرے اللہ مگر اشارہ سے یا پردہ کے پیچھے سے یا کوئی پیغام لانیوالا بھیجے پھر جو چاہے حکم اُسے پہنچادے۔ اب اس بات کا جاننا ضروری ہو کہ اہل تصوف علوم الہام کی طرف زیادہ راغب ہوتے ہیں مگر علوم تعلیمی کی طرف ان کی توجہ مائل نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہو کہ مصنفین زمانہ کی کتابیں نہیں دیکھتے اور نہ دلائل سے بحث کرتے ہیں بلکہ اُنکا یہ قول ہو کہ اول خوب مجاہدہ کرنا چاہئے اور صفات ذمیمہ اور تمام علایق کو قطع کرکے بہمہ تن اپنی ہمت کو خدا تعالیٰ

کی طرف متوجہ کرنا چاہئے اور جب یہ بات حاصل ہو جائے گی تو خدا تعالیٰ خود اپنے بندہ کے قلب میں متولی اور متکفل ہو جائیگا اور جب وہ متولی ہوگا تو اُس پر سایۂ رحمت کریگا۔ قلب میں نور چمکنے لگے گا سینہ کھل جائے گا اور سرِ ملکوت اُس پر ظاہر ہوگا۔ قلب کے آگے سے حجاب دور ہو جائیگا امور الٰہیہ کے حقایق اُس میں روشن ہو جائینگے انبیاء اور اولیاء کے دل پر جو صدہا اسرار منکشف ہو جاتے ہیں اور دلوں پر نور پھیلتا ہے وہ تعلیم اور نوشت و خواند کتب سے نہیں ہوتا بلکہ دنیا میں زہد کرنے اور علایق سے منقطع ہونے اور علایق دنیا سے فارغ البال ہونے اور اپنی تمام ہمت متوجہ الی اللہ کرنے سے ہوتا ہے۔ فقط

یہ تقریر ہے جو ہمارے بزرگ اور واجب الاحترام امام نے الہام کی بابت کی ہے۔ ابھی ہم اسپر کچھ اپنی رائے نہیں دیتے اور چند علماء کا قول بابت الہام کے نقل کرتے ہیں پھر بالتفصیل اُسپر اپنی رائے ظاہر کرینگے +

علامہ مرتضےٰ حسینی نے تاج العروس شرح قاموس میں لکھا ہے کہ الہام وہ چیز ہے جو بطور فیض کے دل میں ڈالا جائے اور اللہ اور ملأ اعلیٰ کی طرف سے مختص ہو۔ الہام کے معنے کسی چیز کے دل میں ڈالنے کے بھی لکھے گئے ہیں جس سے دل میں طمانیت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو الہام سے مختص کرتا ہے اس کی عربی یہ ہے

والالهام ما يلقى فى الروع بطريق الفيض ويختص بما من جهة الله والملأ الاعلى ويقال ايقاع شیٔ فى القلب يطمئن له الصدر يختص الله به بعض اصفيائه +

واحدی کا قول ہے کہ الہام وہ چیز ہے جو اللہ کسی بندہ کے دل میں کوئی چیز ڈال دے +

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ شرح صدر کے قانون تجویز کرنے میں اصحاب طریقت کے مختلف قول ہیں مگر خدا نے مجھے الہام کیا ہے کہ جو طریقۂ سلوک مجھے عطا ہوا ہے وہ طریقوں کا قریب ترین طریقہ ہے۔ انکی عربی عبارت یہ ہے افترق اصحاب الطريق فى تقنين قانون شرح الصدر على اقوال شتى اما انا فالهمنى الله سبحانه انى اعطيتك طريقا من السلوك هو اقرب الطرق واوثقها۔

شاہ صاحب ممدوح ایک مقام پر اعمال علوی و تسخیر کواکب و روحانیات کی نسبت تحریر فرماتے ہیں مجھے الہام ہوا کہ جو کوئی اُن اصول کو جو میں نے بیان کئے ہیں جان لیگا وہ عالموں کی دعوت کرنے کی تمام باتوں کو جان لے گا +

ہمارے شاہ صاحب نے ایک اور عجیب و غریب الہام اپنا تحریر فرمایا ہے اور وہ یہ ہے "بسرم در دادند که این تقریر را بعموم برساں کہ این فقیر السنہ شتی دارد بیک لسان ولی اللہ بن عبدالرحیم ہست و بدیگرے الانسان ہست

و بدیگرے نامی وبدیگرے جسیم وبدیگرے جوہر وبلسان آخر ہست وباعتبار آن لسان ہم حجرم ہم شجرم ہم فرس وہم فیل وہم غنم۔ تعلیم اسماء مر آدم را من بودم وآنچہ بر نوح طوفان شد وسبب نصرت او شد من بودم وآنچہ برابراہیم گلزار گشت من بودم۔ توریت موسیٰ من بودم۔ احیاء عیسیٰ را من بودم۔ قرآن مصطفےٰ من بودم والحمد للہ رب العالمین +

ایک اور مقام پر حضرت شاہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں "میں نے روح کی اور باریتعالیٰ کی استشراق کی طرف جو غیب کے پردوں سے بھی اُدھر ہے توجہ کی مجھے اُس کے حضور سے عجیب خطاب کیا گیا مجھ سے کہا گیا انسان کو واجب ہے کہ حضور میں اُس کی توجہ اور استشراق لوگوں کی توجہ و استشراق کے مانند ہو میں سمجھا کہ یہ اشارہ اجتہد کی حقیقت کی طرف ہے" فقط

اس تمام بحث اور علماء کے اقوال سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ الہام کیا چیز ہے اور آیا وہ خاص مسلمانوں ہی سے تعلق رکھتا ہے یا غیر اسلام کو بھی ہو سکتا ہے ہم اس پر بحث کرنا چاہتے ہیں اور اس مشکل مسئلہ کو ایک حد سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں خدا ہمیں توفیق دے اور ہم اپنے کام میں کامیاب ہوں +

الہام کی تعریف تو یہی ہے کہ ایسا خیال دل میں گذرے جس کا اُس سے پہلے کبھی شان وگمان بھی نہوا اس لحاظ سے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں کوئی انسان خواہ وہ کسی مذہب ملت کا ہو ایسا نہیں ہے جس کے دل پر ویسے ایسے خیالات نگذرتے ہوں جنکا اُسے پہلے وہم وگمان بھی نہوا اور اُسکے خیالات یا الہام ہمیشہ اُس سے وست وگریبان نہوتے رہیں۔ انسان کی حالت پر غور کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسکی قوت متخیلہ ہر وقت اُس کے آگے نئے نئے اور اعجوبہ عالم بنا کے کھڑے کردیتی ہے لیکن یہ عجوبہ عالم خاص اُس کے مذاق سے بہت کچھ تعلق رکھتے ہیں مثلاً ایک مصور کو ہمیشہ تصویری کے متعلق الہام ہوگا اور ایک بادشاہ کا الہام ہمیشہ امور سلطنت اور ملک گیری سے تعلق رکھیگا۔ اسیطرح ایک صوفی کا الہام ربانی مدارج کی ترقی اور تنزل پر موقوف ہے۔ دماغ یا ضمیر انسانی انسان کی رہنمائی اُسی پر کریگا جسپر وہ چل رہا ہے۔ ایک خستہ جگر عاشق کے مجروح قلب پر جو الہام ہوگا اُس کا یہی مفہوم پیدا ہوگا کہ اسکا معشوق فلاں وقت آئیگا اُس سے ملیگا اس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ الہام خواہ صوفی کا الہام ہو یا مصور کا یا بادشاہ کا یا خستہ جگر عاشق کا دوسرے شخص کے مطلب کا نہیں ہوتا۔ یہ ضرور ہے کہ جسے الہام ہوا ہو اُس کی تسکین ہوجائے یا بالفاظ دیگر اُسے قلب مطمئنہ حاصل ہوجائے کسی ایسی بات کا دل میں پیدا ہونا جس کی طرف کبھی ذہن نہ گیا تھا یہ علم

رکھتا ہے کہ ایک پوشیدہ اور رازدارانہ قوت کیوجہ سے اُسے تحریک ہوئی۔ پس یہ خیال اُس کے لئے ایک کافی سرمایہ آسائش وراحت کا پیدا کردیتا ہے ہمارے واجب الاحترام امام غزالی کا یہ تحریر فرمانا کہ دنیاوی معاملات سے قطع تعلق کرنیکے بعد جب ضمیر انسانی خدائے واحد کی جانب متوجہ ہوتا ہے تو غیب کے اسرار اُسپر کھلجاتے ہیں اور وہ حجاب جو عبد اور معبود کے درمیان ہے اُٹھ جاتا ہے ایک عجیب بات ہے اگر ہم فرض کریں کہ ایسا ہو سکتا ہے تو ایسے بے تعلق ہونے اور ربّانی مدارج پر پہونچنے کا فایدہ سوائے اُس نفس کے اور کسے پہنچ سکتا ہے یہ ایسی بات ہے جو صریح قوانین قدرت اور منشاے باریتعالیٰ کے خلاف پڑتی ہے۔ تعلقات دنیا سے کوئی نہیں بچا۔ ہمارے ہادی برحق حضور انور احمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باوجود ختم رسل مفخر انبیا ہونیکے بھی امور دنیا کی اصلاح کی طرف متوجہ رہتے تھے اور کبھی کوئی لمحہ آپکا ایسا نہوتا تھا کہ آپ مسلمانوں کی بہتری اور فلاح کی تدابیر نہ سوچتے ہوں گمت بے گھر آپ ہوئے کفار مکہ نے نہایت ناانسانیت اور سنگدلی سے جلاوطن آپ کو کیا مختلف لڑائیاں آپ نے لڑے سفارتیں آپنے شاہان مشرکین کے پاس بھیجیں۔ لاکھوں نصایح نشست وبرخاست اور تمدن اسلامی کے بارے میں آپنے فرمایں جو کتب احادیث میں بھری پڑی ہیں جسکا نتیجہ یہ ہے کہ آج دنیا کی ⅓ آبادی کلمہ طیبہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

پڑھتی ہے اگر آپ کسی گوشہ میں بیٹھ جاتے اور مجاہدے فرمایا کرتے تو اسلام کا کوئی نام بھی نجانتا اور آج ایک پیشانی بھی ایسی نہ ملتی جو خدائے واحد کے حضور جھکتی دکھائی دیتی۔ صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ ہماری پیدائش کی غایت کیا ہے؟ اور کیا ہم دنیا میں اسی لئے پیدا ہوئے ہیں کہ صرف اپنی ذات کے لئے بہت کچھ سامان کریں ملأ اعلےٰ میں جاملیں اور اپنے خالق کے برحق دین کی تمام عمر کچھ خدمت نکریں اُس کی مخلوق سے اُس طرح بھاگیں جیسے کوئی بری چیز سے بھاگتا ہے اور ذرا بھی اُس کی مدد نہ کریں ✣

ہم صرف الہام کو تخیل کی بلند پروازی سمجھتے ہیں اگرچہ ایسے تخیل کی ہم قدر کرتے ہیں کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ جب اسی تخیل نے شجاعان عرب کو اُبھارا ہے تو چشم زدن میں زمانہ کی ہوا بدل گئی ہے کام کرنیوالے کا الہام یا تخیل گوشہ نشین کے الہام یا تخیل سے بدرجہا بہتر اور شریف ہے حضرت امام بخاریؒ کا الہام جو اُنہیں احادیث جمع کرنے کا ہوا صوفی کے اُس الہام سے بہتر ہے جو اُسے ملأ اعلیٰ میں شامل ہونیکا ہوتا ہے ہم نے مانا اور تسلیم کیا کہ صوفی کو ربانی مدارج میں سے اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ حاصل ہوگیا مگر مخلوق خدا اور دین خدا کا اُس سے کیا

وبدیگرے تامی وبدیگرے جسم وبدیگرے جوہر وبلسان آخر ہست وباعتبار آن لسان ہم حجرم ہم شجرم ہم فرس وہم فیل وہم غنم۔ تعلیم اسما مر آدم را من بودم وآنچہ بر نوح طوفان شد وسبب نصرت او شدمن بودم وآنچہ برا براہیم گلزار گشت من بودم۔ توریت موسیٰ من بودم۔ احیاء عیسیٰ را من بودم۔ قرآن مصطفےٰ من بودم والحمد للہ رب العالمین ✤

ایک اور مقام پر حضرت شاہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں "میں نے روح کی اور باریتعالیٰ کے استغراق کی طرف جو غیب کے پردوں میں بھی اُدھر ہے توجہ کی مجھے اُس کے حضور سے عجیب خطاب کیا گیا مجھ سے کہا گیا انسان کو واجب ہے کہ حضور میں اس کی توجہ اور استغراق لوگوں کی توجہ و استغراق کے مانند ہو میں سمجھا کہ یہ اشارہ اجنہ کی حقیقت کی طرف ہے" فقط

اس تمام بحث اور علما کے اقوال سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ الہام کیا چیز ہے اور آیا وہ خاص مسلمانوں ہی سے تعلق رکھتا ہے یا غیر اسلام کو بھی ہو سکتا ہے ہم اس پر بحث کرنا چاہتے ہیں اور اس مشکل مسئلہ کو ایک حد سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں خدا ہمیں توفیق دے اور ہم اپنے کام میں کامیاب ہوں ✤

الہام کی تعریف تو یہی ہے کہ ایسا خیال دل میں گذرے جس کا اُس سے پہلے کبھی شان وگمان بھی نہوا اس لحاظ سے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں کوئی انسان خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو ایسا نہیں ہے جس کے دل پر چھپے ایسے خیالات نگذرتے ہوں جنکا اُسے پہلے وہم وگمان بھی نہوا اور اُسکے خیالات یا الہام ہمیشہ اُس سے وست وگریبان نہوتے رہیں۔ انسان کی حالت پر غور کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسکی قوت متخیلہ ہر وقت اُس کے آگے نئے نئے اور اعجوبہ عالم بناکے کھڑے کر دیتی ہے لیکن یہ عجوبہ عالم خاص اُس کے مذاق سے بہت کچھ تعلق رکھتے ہیں مثلاً ایک مصور کو ہمیشہ تصویری کے متعلق الہام ہوگا اور ایک بادشاہ کا الہام ہمیشہ امور سلطنت اور ملک گیری سے تعلق رکھیگا۔ اسیطرح ایک صوفی کا الہام ربانی مدارج کی ترقی اور تنزل پر موقوف ہے۔ دماغ یا ضمیر انسانی انسان کی رہنمائی اُسی پر کریگا جسپر وہ چل رہا ہے۔ ایک خستہ جگر عاشق کے مجروح قلب پر جو الہام ہوگا اُس کا یہی مفہوم پیدا ہوگا کہ اسکا معشوق فلاں وقت آکے اُس سے ملجائیگا اس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ الہام خواہ صوفی کا الہام ہو یا مصور کا یا بادشاہ کا یا خستہ جگر عاشق کا دوسرے شخص کے مطلب کا نہیں ہوتا۔ یہ ضرور ہے کہ جسے الہام ہوا ہو اُس کی تسکین ہو جائے یا بالفاظ دیگر اُسے قلب مطمئنہ حاصل ہو جائے کسی ایسی بات کا دل میں پیدا ہونا جس کی طرف کبھی ذہن نہ گیا تھا یہ علم

رکھتا ہے کہ ایک پوشیدہ اور رازدارانہ قوت کیوجہ سے اُسے تحریک ہوئی۔ پس یہ خیال اُس کے لئے ایک کافی سرمایہ آسائش وراحت کا پیدا کردیتا ہے ہمارے واجب الاحترام امام غزالی کا یہ تحریر فرمانا کہ دنیاوی معاملات سے قطع تعلق کرنیکے بعد جب ضمیر انسانی خدائے واحد کی جانب متوجہ ہوتا ہے تو غیب کے اسرار اُسپر کھل جاتے ہیں اور وہ حجاب جو عبد اور معبود کے درمیان ہے اُٹھ جاتا ہے ایک عجیب بات ہے اگر ہم فرض کرلیں کہ ایسا ہو سکتا ہے تو ایسے بے تعلق ہونے اور ربّانی مدارج پر پہونچنے کا فایدہ سوائے اُس نفس کے اور کسے پہنچ سکتا ہے یہ ایسی بات ہے جو صریح قوانین قدرت اور منشاء باریتعالیٰ کے خلاف پڑتی ہے۔ تعلقات دنیا سے کوئی نبی نہیں بچا۔ ہمارے ہادی برحق حضور انور احمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باوجود ختم رسل و فخر انبیاء ہونیکے بھی امور دنیا کی اصلاح کی طرف متوجہ رہتے تھے اور کبھی کوئی لحہ آپکا ایسا نہوتا تھا کہ آپ مسلمانوں کی بہتری اور فلاح کی تدبیر نہ سوچتے ہوں گھر سے بے گھر آپ ہوئے کفار مکہ نے نہایت نا انسانیت اور سنگدلی سے جلاوطن آپ کو کیا مختلف لڑائیاں آپ نے لڑے سفارتیں آپنے شاہان مشرکین کے پاس بھیجیں۔ لاکھوں نصایح نشست وبرخاست اور تمدن اسلامی کے بارے میں آپنے فرمائیں جو کتب احادیث میں بھری پڑی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج دنیا کی ⅓ آبادی کلمۂ طیبہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

پڑھتی ہے اگر آپ کسی گوشہ میں بیٹھ جاتے اور مجاہدے فرمایا کرتے تو اسلام کا کوئی نام بھی نجانتا اور آج ایک پیشانی بھی ایسی نرملتی جو خدائے واحد کے حضور جھکتی دکھائی دیتی۔ صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ ہماری پیدائش کی غایت کیا ہے؟ اور کیا ہم دنیا میں اسی لئے پیدا ہوئے ہیں کہ صرف اپنی ذات کے لئے بہت کچھ سامان کریں ملأ اعلےٰ میں جا ملیں اور اپنے خالق کے برحق دین کی تمام عمر کچھ خدمت نکریں اُس کی مخلوق سے اُس طرح بھاگیں جیسے کوئی بری چیز سے بھاگتا ہے اور ذرا بھی اُس کی مدد نہ کریں +

ہم صرف الہام کو تخیل کی بلند پروازی سمجھتے ہیں اگرچہ ایسے تخیل کی ہم قدر کرتے ہیں کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ جب اسی تخیل نے شجاعان عرب کو اُبھارا ہے تو چشم زدن میں زمانہ کی ہوا بدل گئی ہے کام کرنیوالے کا الہام یا تخیل ایک گوشہ نشین کے الہام یا تخیل سے بدرجہا بہتر اور شریف ہے حضرت امام بخاریؒ کا الہام جو اُنہیں احادیث جمع کرنے کا ہوا صوفی کے اُس الہام سے بہتر ہے جو اُسے ملأ اعلیٰ میں شامل ہونیکا ہوتا ہے ہم نے مانا اور تسلیم کیا کہ صوفی کو ربانی مدارج میں سے اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ حاصل ہوگیا مگر مخلوق خدا اور دین خدا کا اُس سے کیا

فایدہ ہوا اس کی مثال تو بالکل اُس شخص کی ہے جسنے تمام عمر دنیا میں آکے دولت کمائی اپنے لئے ہزاروں لاکھوں روپیہ صرف کیا مگر ایک پیسہ کا بھی کسی کو اُس سے فایدہ نہیں ہوا اُسکا دنیا میں ہونا نہ ہونا یکساں ہے ہم اُس الہام کی قدر کرتے ہیں جو حضرت فاروق اعظم کو فتح ممالک اور اشاعت اسلام کا ہوا تھا جس سے آج ہندوستان جیسے دور دراز ملک میں سلطنت جاتی رہنے کے بعد بھی اسلام دکھائی دیتا ہے ہم صوفیوں کی دل سے توقیر کرتے ہیں ہمیں اُن کی منکسرانہ طبیعت میں خصائل محمدی کا رنگ معلوم ہوتا ہے ہمیں اُن کا قلب مطمئنہ دیکھ کے حد سے زیادہ خوشی حاصل ہوتی ہے مگر جو گہری بات دریافت کی ہے وہ یہ ہے کہ اُن کا الہام جب وہ ملاء اعلے میں جا ملیں دین خدا اور مخلوق خدا کو کیا فایدہ دے سکتا ہے کس صوفی کے الہام نے جب وہ ملاء اعلے میں جا ملا اسلام کی نازک حالت میں مدد کی ہے ؟ اُندلس برباد ہوگیا۔ بغداد ہلاکو خان کی تلوار سے خون میں نہا گیا۔ ہندوستان ہاتھ سے نکل گیا مگر کوئی صوفی ایسا نہ ہوا جو کچھ بھی مدد کر سکے۔ صوفی اور اُن کا الہام صرف اسی قدر تعظیم کے لایق ہے جیسے ایک دولتمند کی دنیا میں خواہ مخواہ تعظیم کیجاتی ہے۔ اگرچہ تعظیم کرنے والوں کو درحقیقت اُس سے کوئی بھی فایدہ نہیں ہوتا +

اب یہ بات کہ خداوند تعالی اپنے خاص بندوں سے باتیں کرتا ہے نہایت صحیح ہے خدا تعالی کی اپنے بندہ سے باتیں کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ اُسکے عام کام جن میں صلاح و فلاح دین و دنیا مضمر ہے برابر اُس کے خیالات کے مطابق پے در پے نتیجہ بخش ثابت ہوتے رہیں۔ ایسے لوگوں کی خود روح القدس مدد کرتی ہے اور ایسی حالت میں جو کچھ خیالات اُسکے ضمیر میں پیدا ہوتے ہیں وہ محض بتائید روح القدس پیدا ہوتے ہیں چونکہ روح القدس کی تائید خدا کی طرف سے ہوتی ہے اس لئے اُن خیالات کو خدا کی طرف سے سمجھ لینا غلطی نہیں ہے تو بھی ہم اُن کی عجیب و غریب حالتوں سے انکار نہیں کرتے جسکا بیان بہ تفصیل صوفیوں کی کتابوں میں ملتا ہے اور جن کا مختصر اشارہ حضرت امام غزالی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے کیا ہے آخر الذکر فاضل نے جو یہ لکھا ہے کہ میں سب کچھ تھا میں ہی قرآن تھا اور میں ہی توریت تھا وغیرہ وغیرہ یہ باتیں گو بظاہر ناممکن الوقوع ہوں مگر غور کرنے کے بعد معلوم ہو جائیگا کہ دل میں ایسی باتوں کا ظہور ہونا علوئے روحانیت کی دلیل ہے اور ہمکو اُن الفاظ پر بھی تعجب نہ کرنا چاہیئے۔ انسان کی اصلی حقیقت سے کہ فطرت نے اسمیں کیا کیا جوہر پوشیدہ کئے ہیں ہنوز کوئی واقف نہیں ہوا ہے نہ علوم قدیمہ سے اسکا پتہ لگ سکا نہ علوم جدیدہ نے اُن جوہروں کے پتہ لگانے میں کامیابی حاصل

ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ ہم سے جنتیوں کے کپڑوں کا حال بیان فرمائیے۔ آپ نے
سکوت کیا (نسائی بروایت عبداللہ بن عمرؓ) اور اس پر بعض لوگ ہنسنے لگے۔ آپ نے فرمایا تم کیوں ہنستے
ہو کیا اس سے ہنستے ہو جو شخص نہیں جانتا وہ جاننے والے سے دریافت کرتا ہے پھر فرمایا اُن کے لباس
جنت کے میووں میں سے نکلا کرینگے اُسے آپ نے دوبار فرمایا +

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا
(بخاری و مسلم) اول گروہ جو جنت میں جائے گا اُن کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی سی ہوں گی
وہ نہ جنت میں تھوکیں گے نہ چھینکیں گے جائے ضرور جائیں گے۔ اُن کے برتن اور کنگھیاں چاندی
سونے کے ہونگے پسینے میں مشک کی خوشبو آئے گی۔ ہر ایک کے لئے دو دو بیبیاں ہوں گی جنکی پنڈلیوں
کا گودا گوشت میں سے حسن و لطافت کے باعث صاف دکھائی دیگا۔ نہ آپس میں اختلاف رہیگا نہ دلوں
میں بغض بلکہ ایک دل ہو کے صبح و شام خدائے تعالیٰ کی تسبیح کرینگے +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترمذی بروایت ابوسعید) جنتیوں کے تاج ایسے ہوں گے
کہ اُن میں سے ادنے موتی کی چمک پورب سے لے کے پچھم تک روشن کردے +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں (بخاری و مسلم دونوں نے بروایت ابوموسیٰ اشعری
اس حدیث کو نقل کیا ہے) کہ جنتیوں کا خیمہ بیچ میں سے خالی ہوگا اور اُس کی اونچائی تیس کوس ہوگی۔ اور
اُس کے ہر گوشہ میں مومن کی گھروالی ہوگی جسے دوسری بیبیاں نہ دیکھیں گی +

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (بخاری) کہ خیمہ مجوف موتی کا ہے اُس کا طول و
عرض ایک فرسخ کا اور اُس کے چار ہزار دروازے سونے کے ہونگے +

ثوبان سولے لکھتے ہیں کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ علمائے یہود
میں سے ایک عالم حاضر حضور انور ہوا۔ اُس نے چند سوال کئے یہاں تک کہ یہ بھی دریافت کیا کہ پل صراط پر
لوگوں میں سے اول کون شخص اُترے گا۔ آپ نے فرمایا فقرائے مہاجرین۔ ایک یہودی نے پوچھا جب وہ
جنت میں جائیں گے تو انہیں تحفہ کیا ملے گا۔ آپ نے فرمایا مچھلی کے جگر کے کباب اُس نے عرض کیا اس کے
بعد اُن کی غذا کیا ہوگی آپ نے فرمایا جنت کا بیل جو اُس کے کنارے پر کھاتا پھرتا ہے وہ اُن کے لئے
... افت کیا کہ پانی کہاں سے پئیں گے آپ نے ارشاد کیا چشمہ سلسبیل سے اُس نے کہا

آپ سچ فرماتے ہیں +

زید بن ارقم کہتے ہیں کہ ایک یہودی آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا (نسائی و رکبیرہ) اور عرض کیا اے ابوالقاسم کیا جنت کے لوگ کھائینگے اور پئیں گے اور یہہ بھی اُس نے کہا اگر آپ مجھہ سے اس امر کا اعتراف کریں گے تو میں اعتراض کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جنتیوں میں ایک ایک کو سو سو مردوں کی طاقت کھانے اور پینے اور عیش کرنے کی عطا ہوگی۔ یہودی نے کہا جو شخص کھائے پیئے گا اُسے جائے ضرور جانے کی ضرورت ہوگی۔ آپ نے فرمایا جائے ضرور جانے کے عوض یہہ ہوگا کہ اُن کے جسموں سے مشک کی خوشبو کا پسینہ بہیگا اور پیٹ صاف ہوجائے گا +

حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جونہی تو پرند کو دیکھ کے خواہش کریگا وہ فوراً تیرے سامنے ذبح ہو کے بھُن جائے گا +

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں کچھ پرند مثل بختی اونٹ کے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا وہ خوب ہیں یارسول اللہ آپ نے فرمایا کہ اُن سے خوب زیادہ وہ ہے جو اُن کو کھائیگا اور تو لے ابوبکر اُن لوگوں میں سے ہے جو اُنکو کھائیں گے اور حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ اہل جنت کے لئے ستر پیالوں کا دور جاری رہے گا ہر ایک پیالہ میں نئی قسم کا کھانا ہوگا جو دوسرے میں نہ ہوگا +

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنتیوں کو ایک شراب چاندی کے رنگ کی سی ملیگی اور وہ ایسی شراب ہوگی کہ اگر کوئی شخص دنیا داروں میں سے اُس میں اپنا ہاتھ ڈالے اور باہر نکال لے تو اس قدر خوشبو ہو کہ کوئی جاندار ایسا باقی نہ رہے جسکو اُس کی خوشبو نہ پہونچے +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اُن کی صورتیں پردوں میں آئینہ سے بھی صاف نظر آئینگی اور اُن کے زیور کا ادنے موتی مشرق سے مغرب تک روشن کردیگا اور اُن پر وہ ستر کپڑے ہونگے جن سے آدمی کی نظر پار ہو جائے۔ یہانتک کہ اُن کی پنڈلیوں کا مغز اُن کے اندر سے معلوم ہوگا +

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کہ شب معراج میں جنت کے ایک مقام پر پہنچا وہاں موتیوں۔ زبرجد اور لعل سرخ کے خیمے ایستادہ تھے ان عورتوں

نے جو اُن خیموں میں تھیں مجھ سے کہا السلام علیکم یا رسول اللہ میں نے جبرئیل سے دریافت کیا کہ یہ آواز کن عورتوں کی ہے جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ عورتیں خیموں میں پردہ نشین ہیں اُنہوں نے اپنے پروردگار سے آپ کو سلام کرنے کی اجازت مانگی تھی۔ چنانچہ اُنہیں اجازت مرحمت ہوئی۔ پس وہ کہنے لگیں ہم راضی ہیں ناراض نہوں گی ہم مقیم ہیں کبھی سفر نہ کریں گی +

اور حضرت اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اُن کا نام باکرہ عورتوں کی بکارت دور کرنے کا ہوگا

ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ جنت والے جماع بھی کرینگے آپ نے فرمایا کہ ایک شخص کو اہل جنت میں سے اتنی اتنی قوت ملیگی کہ تم میں سے وہ ستر مردوں سے زیادہ ہوگی +

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اہل جنت میں سے ادنیٰ مرتبہ کا وہ شخص ہوگا کہ اُسکے ساتھ ہزار خادم ہونگے اور ہر خادم کو وہ کام ہوگا جو دوسرے کو نہ ہوگا +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص پانسو حوروں چار ہزار باکرہ عورتوں آٹھ ہزار مرد رسیدہ عورتوں سے نکاح کریگا اور اُن میں سے ہر ایک سے اتنا معانقہ کریگا جتنا دنیا میں جیا ہوگا +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک بازار ہے جہاں بجز مرد و عورت کے حسن کے اور کسی چیز کی خرید و فروخت نہیں ہوتی۔ پس جب کوئی شخص کسی حسین عورت کی خواہش کریگا تو وہ اُس بازار میں جائیگا جہاں بڑی آنکھوں والی حوریں جمع ہیں وہ اتنی بلند آواز سے کہتی ہیں کہ کسی نے نسنی ہوگی اور وہ آواز یہ ہے ہم دائم قایم ہیں ہم کبھی فنا نہونگے۔ ہم صاحب نعمت ہیں محتاج نہونگے۔ ہم خوش ہیں کبھی فنا نہونگے مبارک ہے وہ شخص جو ہمارا ہوا اور ہم اُس کے ہوں +

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حوریں جنت میں گاتی ہیں اور کہتی ہیں ہم خوبصورت لونڈیاں ہیں اور کریم مردوں کے لئے ہم محفوظ ہیں +

یحییٰ بن کثیر فرماتے ہیں کہ جنت میں راگنی ہوگی +

ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ جنت میں داخل ہوتا ہے اُس کے پائیں بیٹھ کے دو حوریں گیت گاتی ہیں جس گیت کو انسان اور جن سنتے

ہیں اور وہ گیت مزامیر شیطان یعنی شعر نہیں ہوتا بلکہ خدا تعالیٰ کی حمد اور تقدس کا حال ہوتا ہے +

حضرت اسامہ بن زید روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا سنو کوئی ہے کہ جنت کی تیاری کرے جنت کو کچھ خطرہ نہیں بخدائے کعبہ ایک نور ہی تاباں اور ایک گلدستہ ہی سرسبز اور خوشنما مضبوط مضبوط محل بنے ہوئے ہیں۔ نہریں جاری ہیں درختوں میں پکے پکے میوے لگے ہوئے خوبصورت صاحب جمال بی بیاں۔ خوشی اور نعمت کا دائمی قیام ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ہم ہیں اس کی تیاری کرنے والے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہو انشاء اللہ تعالیٰ۔ پھر آپ نے جہاد کا حکم دیا +

ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ جنت میں گھوڑا بھی ہوگا کہ وہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے فرمایا اگر تجھے گھوڑا پسند ہے تو یاقوت سرخ کا گھوڑا تجھے ملے گا کہ جنت میں جہاں تو چاہے تجھے لئے اڑتا پھرے گا +

ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ جنت میں اونٹ بھی ہوگا آپ نے فرمایا کہ بندہ خدا جب تو جنت میں داخل ہوگا تو جس چیز کو تیرا نفس چاہے گا وہ تجھے ملے گی +

حضرت سعید خدری کا بیان ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنتی کا دل چاہیگا تو اس کی اولاد ہوگی۔ اور اس کا حمل وضع اور جوانی ایک ہی ساعت میں ہو جائے گی +

آنحضرت نے فرمایا ہے اہل جنت میں ٹھیر جائینگے تو بھائی بھائیوں کے مشتاق ہونگے پس ایک کا تخت دوسرے کے پاس جائیگا اور ملاقات کرینگے جو دنیا میں دونوں میں ہوتی تھی ایک کہیگا بھائی تجھے یاد ہے کہ ہم نے فلاں روز فلاں مجلس مین خدائے تعالیٰ سے دعا مانگی تھی تو اللہ تعالےٰ نے اپنے کرم سے ہمیں بخشدیا +

آنحضرت نے فرمایا ہے جنت والے بے ریش بے بروت - چاق و چست۔ سرمہ لگائی ہوئی تینتیس برس کی عمر کے حضرت آدمؑ کی پیدائش پر ہونگے۔ اُن کا قد ساٹھ ہاتھ کا اور عرض سات ہاتھ کا ہوگا +

آپ نے ارشاد فرمایا اہل جنت میں سے ادنیٰ وہ ہوگا جس کے پاس اسی ہزار خادم اور بہتر بی بیاں ہوں گی + اور اس کے لئے ایک خیمہ زبرجد اور موتیوں کا اتنا بڑا کھڑا کیا جائے گا کہ وہ جابیہ اور صنعاء کے بیچ میں آجائے گا ان کے سر پر تاج ہونگے اور ان میں ادنے درجہ کا موتی پورب سے پچھم تک روشن کر دے گا +

آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں میں نے جنت کو دیکھا تو اُس کے انار اتنے بڑے بڑے ہیں جیسا پالان کسا ہوا اُونٹ اُس کے پرند مثل بختی اونٹ کے بڑے ہیں اسی میں ایک لونڈی کو دیکھا اور اُس سے میں نے دریافت کیا کہ تو کس کی ہے تو اُس نے کہا زید بن حارثہ کی۔ جو چیز جنت میں نظر پڑی وہ وہ ایسی ہی تھی کہ آنکھوں نے دیکھی نہ کانوں نے سنی نہ کسی کے دل پر اُس کا خطرہ گزرا +

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور توریت کو اپنے ہاتھ سے لکھا اور جنت کے درخت اپنے ہاتھ سے لگائے پھر ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔ بول جنت بولی۔ قد افلح المومنون یعنے ایمان والوں کی بن پڑی +

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جنت کے انار ڈول جیسے ہیں اس کی نہریں اُس پانی کی ہیں جو نہیں سڑتا اور وہ نہریں دودھ کی ہیں جن کا مزا نہیں بدلتا اور نہریں صاف شہد کی ہیں جس کو آدمیوں نے صاف نہیں کیا اور نہریں ایسی شراب کی ہیں جو پینے والوں کو مزا دیں نہ نیند سے اُس کا سرور جائے نہ سر میں گرانی ہو۔ پھلوں کا حال سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا اُن کی خوشبو پانسو برس کی راہ سے آتی ہے۔ جنت والوں کو جنت میں تیز اور سبک رو گھوڑے اور تیز قدم اونٹ ملیں گے جن کی کاٹھیاں باگیں اور زین یاقوت کے ہونگے وہ لوگ جنت میں سیر کرینگے اور اُن کی بی بیاں حوریں ہونگی جیسے لپٹا ہوا موتی۔ یعنی نظر اور دست مالی کے آسیب سے محفوظ اور وہ حوریں اپنی دونوں انگلیوں میں ستر لباس پکڑ کے پہنیں گی۔ فقط۔

یہ ہے جنت کی کیفیت جو ہم نے نہ صرف قرآن مجید میں سے بلکہ احادیث صحیحہ اور صحابہ اور علماء کے اقوال سے بیان کی۔ ایک عاقل منصف شخص اس سارے جنت کے بیان سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہو کہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے حکیمانہ اصول پر ہے اور حکیم مصلح کو ایسا ہی کہنا چاہئے تھا ہمارے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن لوگوں میں مبعوث ہوئے تھے جنہیں شہد۔ دودھ۔ میوے اور خوبصورت عورتیں یا جواہرات کے مکان حد سے زیادہ عزیز تھے اور وہ اُن ہی چیزوں کو انتہائے شادمانی سمجھتے تھے اگر انہیں اُن کے خیال اُن کی طبیعت اُن کے مذاق کے موافق جنت کی نعمتوں کا حصہ دار نہ بنایا جاتا تو آج کفر و بدعت میں سارا جہان کا جہان گرفتار ہوتا اور کہیں نام کو بھی خدا پرستی نہ ہوتی۔ اُنہی مقدس انفاس کی مبارک کوششوں کا نتیجہ ہو کہ ۴ دنیا خدائے برحق و واحد کے حضور پانچ وقت جھکتی ہے

اور مذاہب باطلہ کی طرف سے خداے تعالیٰ کے ایک بڑے حصّہ مخلوق کو پھیر رکھا ہے۔ سمجھنے اور زیادہ غور کرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ ایک شخص نے آپ کے گھوڑا مانگا دوسرے نے اونٹ چونکہ یہودی زیادہ کھانے والی قوم ہوتی ہے اُن میں سے ایک شخص نے کھانے کی بابت دریافت کیا تو آپ نے گھوڑے والے کو گھوڑا اونٹ والے کو اونٹ اور کھانے کے دریافت کرنے والے کو بیل کی بشارت دی۔ اب اگر آپ اُن سے یہی حکیمانہ مقولہ فرما دیتے کہ جنت میں وہ چیز ہوگی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی نہ کسی کے دل میں اُس کا خطرہ گذرا تو وہ لوگ کیا خاک سمجھتے اور کیونکر پکے مسلمان ہو کے دین خدا کی اشاعت کرتے۔ زبردستی اعتراض کرنا اور چیز ہے اور مقتضاے وقت دیکھنا دوسری بات ہے +

سب سے زیادہ ہمیں عیسائیوں کے اعتراضات پر جو وہ مسلمانوں کی جنت پر کرتے ہیں حیرت ہوتی ہے۔ کیونکہ عیسائیوں کی جنت[51] کا بیان اس مبالغہ سے ہوا ہے کہ جس کا سر پیر ہی نہیں دکھائی دیتا۔ اور اس کی ہم کوئی تاویل ہی نہیں کرسکتے برخلاف مسلمانوں کی جنت کے کہ اُس میں عقل سے کام لینے کی بڑی گنجایش ہے اور ایک عقلمند انسان سرزمین عرب کی حالت اور جزیرہ نماکی مرز بوم کو دیکھ کے ہرگز یہ حکم نہیں لگاسکتا کہ جو کچھ بیان کیا گیا جسمانی لذتوں اور نفسانی خواہشوں کی تکمیل کے لئے تھا۔ العظمۃ للہ۔ ہمارے نبی معصوم و برحق کا یہ ہرگز منشا نہ تھا آپ نے عامۂ خلایق کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا

---

[51] انجیل میں کئی جگہ جنت کا ذکر آیا ہے۔ جہاں حضرت مسیحؑ نے نہایت سیدھے سادے الفاظ میں فرمایا ہے کہ جنت میں خیمے ہونگے اور وہاں خداوند اپنی آستینوں سے تمہارے آنسو پونچھیگا۔ ان الفاظ سے حضرت مسیح کے حواریوں کو کچھ تسکین نہ ہوئی تو ناچار آپ نے یہ فرمایا کہ جنت میں تم میرے داہنی بازو پر بیٹھ کے انگور کا شربت پیوگے یہ جملے بھی زیادہ تسکین بخش نہ ثابت ہوئے وجہ یہ کہ انگور کا شربت تنہا ہی نہیں بلکہ حضرت مسیحؑ کے ساتھ ہر روز پیا کرتے تھے اور انہیں کوئی غیر معمولی بات نہ معلوم ہوتی تھی۔ غرض اس کشمکش کے عرصہ میں حضرت مسیحؑ کی وفات ہوگئی اور خداوند تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ تیری دوبارہ آمد ہوگی پورا ہوگیا۔ اب اُن کے حواری پریشان ہوئے کہ کیا کریں اور خود اپنی اور دوسروں کی آیندہ زندگی کی تسکین کے لئے کونسی صورت نکالیں آخیر مدت کے بعد یوحنا نے چند باتیں بیان کیں جو اُس نے آسمان پر جاکے خود دیکھیں۔ اس بیان کو مکاشفات یوحنا کہتے ہیں اور اسے انجیل مقدس کا ایک بڑا عنصر خیال کیا گیا ہے اور عیسائیوں کا عام عقیدہ یہ ہے

تھا اس لئے آپ بمقتضائے قانون قدرت ہر شخص کی سمجھ کے موافق گفتگو کیا کرتے تھے۔ مثلاً ایک شخص نے بیری کے درخت کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا کہ بیری کا درخت بھی جنت میں ہوگا۔ اس نے بیری کے کانٹوں سے خوف ظاہر کیا آپ نے فرمایا خوف کیوں کرتا ہے ہر کانٹے کی جگہ ایک پھل ہوگا۔ یہ ساری باتیں ہمیں اس زبردست صلاح کی قوت سے آگاہ کرتی ہیں جو ہمارے نبی معصوم و برحق میں ودیعت کی گئی تھی۔ کون کہتا ہے کہ ہمارے ہادی برحق نے خلاف کیا اور کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ آپ کے یہ اقوال لذائذ نفسانیہ کے لئے تھے۔ ہزاروں اقوال موجود ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ علمائے اسلام نے اس امر میں کہ جہلا کو جہلا کے موافق جواب دیا جائے سچی تقلید کی ہے اور اپنی تقلید میں وہ کامیاب ہوئے ہیں۔ ہمارے فخر دہلی شاہ عبدالعزیز صاحب سے ایک ہندو نے آکے کہا کہ اگر آپ میرے سوال کا جواب دیدیں گے اور میرا اطمینان ہو جاوے گا تو میں مسلمان ہو جاؤنگا۔ یہ شخص دہقانی تھا اور اس کی عقل بھی موٹی تھی۔ اس نے سوال کیا کہ خدا ہندو ہے یا مسلمان ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے جواب دیا خدا مسلمان ہے۔ اس نے وجہ مسلمانی دریافت کی۔ آپ نے فرمایا اگر خدا مسلمان نہ ہوتا اور ہندو ہوتا تو گائے کو کیوں ذبح کرنے دیتا۔ اس جواب سے اس گنوار شخص کی تسکین ہو گئی اور وہ شاہ صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا

ا۔ جو کچھ یہاں لکھا گیا ہے الہام سے لکھا گیا ہے اور وہ اسے منسوب مسیح کے شاگرد کی طرف کر کے نوشتہ سمجھتے ہیں اور اسی باب کو انہوں نے اناجیل کے ساتھ شامل کر رکھا ہے چنانچہ مکاشفات یوحنا باب ۴ سے ہم عیسائیوں کی جنت کا تذکرہ انتخاب کرتے ہیں اور اسے اپنی اردو میں تحریر کرینگے۔ انجیل کی بے ملی اردو میں نہ لکھیں گے تاکہ ہمارے ناظرین نہ سمجھ سکیں۔ وھو ھذا۔

اس کے بعد میں نے نگاہ کی تو دیکھا آسمان پر ایک دروازہ کھلا ہے پہلی آواز جو میں نے سنی نرسنگھے کی سی تھی جو مجھ سے خطاب کرتی معلوم ہوئی۔ اس نے کہا اوپر آ میں تجھے وہ باتیں دکھاؤں گا جو اس کے بعد ضروری ہیں۔ فوراً میں روح میں چلا گیا۔ میں نے ایک تخت رکھا ہوا دیکھا اور اس پر ایک شخص بیٹھا ہوا نظر پڑا وہ شخص سنگ یشم اور عقیق کا سا تھا اور ایک دھنک جو دیکھنے میں زمرد کے مانند تھی اس تخت کے گرد لپٹی ہوئی تھی اس تخت کے آس پاس چوبیس تخت اور تھے ان تختوں پر ۲۴ بزرگ سفید لباس پہنے ہوئے دیکھے۔ ان کے سر پر سونے کے تاج تھے بجلی کی کرج اور آوازیں تخت سے نکلتی تھیں۔ اور آگ کے سات چراغ تخت کے آگے روشن تھے

کون شخص شاہ صاحب کے جواب پر اعتراض کر سکتا ہے جبکہ وہ ایک ایسے گنوار کے مقابلہ میں تھا جو زیادہ عقل آرائی نہیں چاہتا تھا۔ شاہ صاحب جیسا فاضل شخص خدا کی ذات پر ہزاروں باتیں بیان کر سکتا تھا مگر یہ اس کی اعلیٰ درجہ کی حکیمانہ حکمت عملی تھی کہ اُس نے مخاطب کے مذاق کے موافق جواب دیا اسی طرح دنیا میں جتنے عقلا گذرے ہیں اُن کا یہی طریقہ ہدایت رہا ہے اور اسمیں شک نہیں کہ اگر مخاطب کے عقول کے مطابق جواب نہ دیا جائے اور سب کو ایک ہی لکڑی سے ہانکا جائے تو وہ شخص عام طور پر دیوانہ گنا جائیگا۔ حضرت رسالتمآب نے اس وحشی قوم کو خدائے واحد کی پرستش کی طرف بلایا تھا جو آج تک کسی سے مغلوب نہوئی تھی۔ جس کی معاشرت میں تعداد ازواج اور اور شراب خوری داخل تھی جہاں سبزے اور نہر یا دریا کا نام تک نہ تھا۔ اُنہیں راہ راست پر لانا بڑا کٹھن کام تھا اور جب تک وہ باتیں جو انہیں مرغوب تھیں نہ بتائی جاتیں اور اُن کا ان ہی کے محاورہ کے مطابق تذکرہ نہ کیا جاتا وہ ہرگز راہ راست پر نہ آتے +

یہی چراغ خدا کی سات روحیں ہیں۔ اس تخت کے شیشے کا سمندر بلور کی طرح موجیں مار رہا تھا اور تخت کے بیچ میں اور تخت کے گرد چار ایسے جاندار تھے جن کے تمام جسم پر آنکھیں ہی آنکھیں تھیں۔ پہلا جاندار ببر کی صورت تھا اور دوسرے جاندار کی شکل بچھڑے کی مانند اور تیسرے جاندار کا چہرہ انسان کا اور چوتھا جاندار مثل اڑتے عقاب کے تھا۔ اُن جانداروں کے چھ چھ پر تھے اور چاروں طرف جسم کے ہر حصہ میں آنکھیں آنکھیں تھیں اور رات دن اُنہیں قدوس کہنے کے سوا اور کوئی کام نہ تھا اور وہ سب جاندار اُس کی جو تخت پر بیٹھا ہے اور جو ابد الآباد تک زندہ رہیگی عزت اور شکر گذاری کرتے ہیں۔ چوبیس بزرگ اُس کے آگے جو تخت پر بیٹھا ہے گر پڑتے ہیں اور اُسے جو ابد تک زندہ ہے سجدہ کرتے ہیں اور یہ کہتے ہوئے اپنے تاج اُس کے آگے ڈال دیتے ہیں اے خداوند تو ہی جلال و عزت اور قدرت کے لائق ہے کیونکہ تو نے ہی ساری چیزیں پیدا کیں اور وہ تیری ہی مرضی سے تھیں اور پیدا ہوئی ہیں (۴ باب)

اور میں نے اُس کے داہنے ہاتھ میں جو تخت پر بیٹھا تھا ایک کتاب دیکھی جو اندر باہر لکھی ہوئی اور سات مہروں سے سر بمہر تھی اور میں نے ایک زبردست فرشتہ کو دیکھا جو بلند آواز سے یہ منادی کر رہا تھا کہ اس لائق کون ہے جو اس کتاب کو کھولے اور اُس کی مہر توڑے۔ کسی کا مقدور نہ تھا نہ آسمان پر نہ زمین پر نہ زمین کے نیچے

ان کل آیتوں سے صاف طور پر یہ پایا جاتا ہے کہ غیر نبی کے پاس بھی وحی آتی ہے یہانتک کہ روح القدس یا حضرت جبریلؑ انسان کی صورت بنکے بی بی مریم کے پاس آئے حالانکہ وہ نبی نہ تھیں۔ ہم ملائکہ کی بحث میں یہ ثابت کر گئے ہیں کہ روح القدس یا حضرت جبرائیل کی خصوصیت نبیا کے لئے نہیں ہے بلکہ روح القدس یا حضرت جبرائیل کی تائید ہر نیک بندہ کے ساتھ ہوتی ہے اور یہ خیال کہ دنیا پر روح القدس یا جبریلؑ کا آنا بند ہو گیا محض غلط ہے۔ بغیر روح القدس کی تائید کے ایک لمحہ بھی انتظام دنیا اور نظام کائنات قایم نہیں رہ سکتا یہ عادت خداوندی ہے کہ اُس نے اپنے نیک بندوں سے روح القدس کی تائید کا فرمایا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہادی برحق حضور انور احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے نیک افراد کو بنی اسرائیل کے انبیاء سے بھی فضیلت دی ہے +

اب صرف یہ دیکھنا ہے کہ مذکورہ آیتوں میں جو وحی کا لفظ آیا ہے اُسکے کیا معنے ہیں اور ہم آخر لفظ وحی کا ایک خاص مفہوم کیونکر سمجھیں اور اُس کی نسبت ہمارا کیا عقیدہ ہو +

پہلی آیت میں خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں سے خطاب کیا ہے کہ تو اُسے یعنے موسیٰ کو دریا میں ڈال اور خوف نکر ہم اُسے رسول بنائینگے۔ ایسی نازک حالت جو حضرت موسیٰ کی ماں کی تھی اُسمیں طرح طرح کے خیال آنے لازمی تھے اُنہیں اپنی مصیبت زدہ حالت اور اپنے بچہ کی ہلاکت کے خیال نے ضرور اس طرف رہنمائی کی ہوگی کہ وہ خدا سے دعا مانگیں اور ایسی دعا کا جو کچھ اثر اُن کے دل پر پیدا ہوگا وہ سوائے اسکے ہو نہیں سکتا کہ خدا تعالیٰ مجھے اور میرے بچے کو ایسی نازک حالت میں بچا سکتا ہے۔ یہ خیال درحقیقت ایک القا ہے جو ہمیشہ نیک بندونکے دلمیں آیا کرتا ہے اپنی تمام عقلمندیوں اور ہوشیاریوں پر بھروسہ نہ کر کے ہر وقت اپنے کل کاموں کی باگ خدا کے ہاتھ میں دینے کے یہ معنے ہیں کہ انسان اپنے خالق کو قادر مطلق تسلیم کرتا ہے اور جانتا ہے کہ تمام اختیارات جزو کل اسی کو ہیں اسی خیال سے یکایک تسکین ہوتی ہے اور پھر اسی تسکین کو خداوند تعالیٰ وحی یا القا یا الہام سے تعبیر کرتا ہے اسمیں بھی اُس کا جلال اور لازوال قدرت کا نقشہ کھینچا ہے اور یہی منشاء باری تعالیٰ ہے کہ وہ ہر پہلو سے اپنی عظمت اور اپنی قدرت کا اظہار کرے تاکہ انسان ظاہری طاقتوں پر کسی قسم کا اعتماد نہ کرے اور ناسمجھ لوگون کی طرح خدا کی کسی مخلوق کو اپنا معبود نہ بنالے +

اس میں شک نہیں کہ وحی اور القا اور الہام میں کچھ بھی فرق نہیں ہے مگر ہاں انکے مدارج ضرور ہیں اور

اسی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے نبی معصوم رہبر حق کا مرتبہ وہ اعلےٰ ہو کہ کسی کو میسر نہیں ہوا حضرت مریم کے پاس روح القدس کا آنا اور بشارت دینا صرف ایک عارضی وقت کے لئے تھا۔ اور ہمارے ہادیٔ برحق کے پاس روح القدس کا شب و روز رہنا دوامیت پر دلالت کرتا ہو اسکی سادے اور عام فہم الفاظ میں بالکل یہی مثال ہو سکتی ہے کہ بادشاہ کا لفظ اُس حکمران پر بھی صادق آسکتا ہے جو ایک چھوٹے سے صوبے کا حکمران ہو اور اُس حکمراں پر بھی اُسکا اطلاق ہو سکتا ہے جس کی عملداری بہت ہی وسیع ہو بادشاہ تو دونوں ہی ہیں مگر مرتبہ میں زمین آسمان کا فرق ہے +

ایک سلطان عظیم الشان ہر وقت اپنے ایک مصاحب سے بات چیت اور مشورے میں سرگرم رہتا ہے اور کبھی ایسا بھی موقع ہوتا ہے کہ وہ ایک عام سپاہی سے بھی بات کر لیتا ہے۔ ہمکلام ہونے کی تو ایک ہی حالت ہوئی مگر کلام کلام میں فرق ہے اسی طرح اُس وحی میں فرق ہو جو غیر نبی کو بھیجی جاتی ہے اور اُس وحی میں فرق ہے جو نبی کو بھیجی جاتی ہے اگرچہ لفظ وحی کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے +

وحی جس کے معنے ہم نے فطرت کے لکھے ہیں ایک ایسی چیز ہے جسکا ظہور ہر لحظہ دنیا بلکہ تمام کائناتیں ہوتا رہتا ہے۔ یقیناً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابر کو وحی ہوتی ہو کہ تو برس اور وہ برس جاتا ہو ہوا کو وحی کیجاتی ہے کہ تو چل وہ چلنے لگتی ہے۔ پانی کو وحی بھیجی جاتی ہو کہ تو بہ کے دریا میں جا مل اور وہ جا ملتا ہے درخت کو وحی ہوتی ہے کہ تو میوہ دے اور وہ میوہ دینے لگتا ہے۔ انتظام کی جن زنجیروں سے کہ خداوند تعالےٰ نے تمام کائنات کو جکڑا ہے اُن زنجیروں کا نام جس طرح فطرت ہو سکتا ہے اُسی طرح وحی اُسی طرح القا اور اُسی طرح الہام اور اُسی طرح حکم خدا۔ اگر غور سے دیکھا جائیگا تو معلوم ہوگا کہ یہ سب مترادف الفاظ ہیں اور ان کے معنے اور مفہوم میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے +

خدا نے کائنات کو پیدا کیا اور اُسکے لئے قوانین بنائے جنہیں قوانین قدرت کہتے ہیں اور ایسے قوانین بنائے کہ جبتک کائنات کا وجود ہے وہ قوانین بدل نہیں سکتے۔ اُسنے ہر امر میں ایک سبب رکھا ہے اور اُسکے قوانین کا عام اصول یہ ہو کہ بغیر سبب کے کوئی چیز حادث نہیں ہو سکتی اسلئے اسے شایان ہے اور اُس ذات پاک وحدہٗ لاشریک کو سزاوار ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے اور ادنے سے ادنے کام کی نسبت اپنے ساتھ کرے اور اسکی اس نسبت کرنے کی غایت بہت بڑی یہ ہو کہ نافہم انسان اُسکی مخلوق کو خالق حقیقی نہ سمجھنے لگے۔ اور ہوا یا پانی یا چاند و سورج کو اپنا معبود نہ بنالے حضرت

موسیٰ کا نہ ڈوبنا جب وہ شیر خوارگی کی حالت میں تھے اُس نے اپنی طرف اسی لئے منسوب کیا ہے تاکہ کم عقل پانی میں کوئی ایسی قوت نہ تسلیم کرلیں جو حقیقی خالق کے لئے شایان ہو۔ فرمایا ہم نے موسیٰ کی ماں سے کہا تھا کہ اُسے دریا میں ڈالدے اور کچھ خوف نہ کھا یہ ساری باتیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ کام تو سب قوانین قدرت یا لوح محفوظ کے نوشتہ کے مطابق ہوتے ہیں مگر خداوند تعالیٰ ہر فعل کی نسبت اپنے ساتھ کرتا ہے اور اس نسبت کرنے سے انسان کو یہ بہت بڑا فایدہ ہوا کہ وہ خالق اور غیر خالق میں تمیز کرنے لگا اور درصل یہی مدعا قوانین قدرت ہے +

اسکی لازوال قدرت کی ریشہ دوانی کائنات کے ذرہ ذرہ میں ہو رہی ہے۔ ہر لحظہ کا تغیر و تبدل صاف طور پر شہادت دیتا ہے کہ خالق مطلق اپنی وحی کے ذریعہ سے یہ سب کام لیتا ہے۔ دنیا میں تبدیل ہیئت ہوتی رہتی ہو اور یہ تبدیل ہیئت وحی بغیر کبھی ممکن نہیں۔ درخت کو وحی ہوتی ہو کہ تو اپنے گلے پتے گرادے وہ گرا دیتا ہے پتوں کو وحی ہوتی ہے کہ تم خاک میں ملجاؤ وہ ملجاتے ہیں پھر اُس خاک کو وحی ہوتی کہ تو دوبارہ درختوں کو بار آوری کی طاقت دے اور پھر درختوں کو وحی ہوتی ہو کہ تمہیں خوراک پہونچ چکی۔ اب تم سبز اور پھل دو۔ چنانچہ وہ پتے اور پھل دیتے ہیں +

ہر شے میں اُسکا حکم موجود ہے اور یہ بالکل صحیح ہے کہ بغیر اُسکے حکم یعنے قوانین قدرت کے پتہ تک نہیں ہلتا۔ اور ہے کیونکر وہاں تو عظیم کرہوں سے لگا کے ایک ایسے ذرہ تک جو خوردبین سے بمشکل نظر آتا ہے قوانین کی لڑیاں پڑی ہوئی ہیں اور روز ازل یعنے ابتدا سے جو قاعدہ اُنکے لئے مقرر کردیا ہے اُس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتے اگر تجاوز کر جائیں تو یقیناً تمام کائنات کا انتظام درہم و برہم ہو جائے۔ جو بات ہوتی ہو انہی قوانین کے دائرے میں۔ اور جس عجیب سے عجیب چیز کا ظہور ہوتا ہو وہ بھی اُن ہی قوانین کے دایرہ میں معمولی آنکھ جب عجیب حادثے دیکھتی ہے تو اُسے اس بات کا یقین ہوتا ہو کہ اتفاق سے ایسا ظہور میں آیا مگر عاقل ایسا سمجھ سکتا ہو کہ قوانین قدرت یا لوح محفوظ میں اتفاق کا لفظ بھی سرے سے نہیں ہو۔ ہم یہ جانتے ہیں اور ہمیں اسکا علم ہے کہ کتاب فطرت کی الف بے تے کا بھی پورا علم ابھی تک نہیں ہے تو بھی اس یقین کرنے کی وجہ ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے اُسی کے مطابق ہوتا ہے جو کتاب فطرت مین لکھا ہوا ہے +

ہمارا یہ عقیدہ ہو اور اسلام اس امر کی شہادت دیتا ہو کہ وحی کی خصوصیت درحقیقت انبیا کیلئے

نہیں ہے ہاں اُسکے مدارج میں فرق ہے جیسے ہم واضح طور پر اوپر بیان کر چکے ہیں۔ وحی ہر شخص اور ہر چیز اور ہر جاندار اور ہر بیجان شے اگر ذرہ کو بھی ہوتی ہے مگر فرق ہے تو صرف مدارج کا۔ ہمارے علماء اکرام نے ایسی وحی میں جو انبیاء کو ہوتی ہے اور ایسی وحی میں جو غیر انبیا کو ہوتی ہے ناموں سے فرق بیان کیا ہے یعنے اُنکے جدا جدا نام رکھے ہیں اور اسکا مطلب یہی ہے کہ اصل چیز کو ایک سمجھ کے اُنکے صفات میں ہم فرق کر سکیں چنانچہ مشکوٰۃ کے باب مناقب میں یہ حدیث آئی ہے قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم "قد کان فیمن قبلکم من الامم محدثون فان یک فی امتی احد فانہ عمر" یعنے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک تم سے پہلے امتوں میں الہام والے لوگ تھے پھر اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر ہے اس حدیث سے حضرت عمر کا صاحب الہام یا صاحب وحی ہونا ثابت ہوتا ہے جو بات کہ اس حدیث میں غور کرنے کی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ خصوصیت کیوں کی گئی۔ جبکہ اوروں کا بھی قوانین قدرت کے مطابق صاحب وحی ہونا لازمی ہے سبب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اکثر مقولے بالکل وحی سے مطابقت کھاتے تھے اور خاص خاص کام جو حضرت عمر سے سرزد ہوئے اور خاص معاملات میں آپ کی رائیں بالکل اُن احکام کے مطابق ہو جاتی تھیں جو بعد ازاں خدا کی طرف سے نازل ہوتے تھے اسی وجہ سے آنحضرت صلعم نے ازیاد محبت سے ایسا فرمایا کہ میری امت میں اگر کوئی ہے تو عمر ہے جسے الہام ہوتا ہے۔ ان الفاظ سے اگر بغور انکو دیکھا جائے تو صرف حضرت عمر ہی کی خصوصیت نہیں پیدا ہوتی کیونکہ ان الفاظ سے ایک طرح کی اعلےٰ درجہ کی صفت پائی جاتی ہے۔ مثلاً ماں کہہ سکتی ہے کہ میری دستگیری کرنے میں میرے بیٹوں میں سے اگر کوئی ہے تو احمد ہے اسکے یہ معنے نہیں ہوئے کہ باقی ماندہ بیٹے اپنی ماں سے کبھی کوئی سلوک ہی نہیں کرتے۔ سلوک تو ضرور کرتے ہیں ہاں صرف زیادتی اور کمی کا تفاوت ہے۔ ہمارا یہ مذہب ہے کہ ہر صحابی اور ہر مسلمان صاحب الہام یعنے صاحب وحی ہے مگر ہاں الہام اور وحی کے مدارج میں ضرور فرق ہے جیسے ہم اوپر بیان کر چکے ہیں +

اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ وحی صرف انبیاء ہی کیلئے مخصوص نہیں ہے بلکہ اور مقدس لوگوں پر بھی نازل ہوتی ہے۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ پانچویں قسم کو جب نبی پر نازل ہوتی ہے کبھی نفث فی الروع بھی کہتے ہیں اور جب نبی کے سوا اور کسی مقدس کو ہوتی ہے تو اُسکو سکینہ کہتے ہیں +

چنانچہ حضرت رسالتمآب کا ارشاد ہے مشکوٰۃ فی باب التوکل والصبر قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان روح القدس نفث فی روعی اور دوسرے دعوے کی شہادت یہ حدیث ہے مشکوٰۃ فی باب مناقب عمرؓ ما کنا نبعد ان السکینۃ تنطق علی لسان عمر یعنے سکینہ عمر کی زبان اور دل سے بولتی ہے +

ملائکہ کی بحث میں ہم بیان کر آئے ہیں کہ حضرت رسالتمآب کو وحی القا ہوتی تھی اور کبھی روح القدس اپنے ظلی وجود سے آکے وحی القا کرتی تھی۔ مذکورہ صحیح حدیث سے اُسکا ثبوت ہو گیا یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک روح القدس نے ڈالا میرے دل میں +

اسلام نے اُن مسئلوں میں جن کو یہود و نصاریٰ نہیں سمجھے تھے ایک بہت معقول فیصلہ کیا ہے اور یہ الزام جو مسلمانوں پر لگایا گیا ہے کہ انھوں نے اس قسم کے کل مضامین یہودیوں یا نصرانیوں سے لے لئے ہیں سراسر اتہام ہے۔ یہودی اور نصرانیوں کو خواب میں بھی یہ باتیں نہ سوجھی تھیں جو اسلام نے بتائیں وہ ایسے باریک مضامین کیونکر پیدا کرتے۔ وہ کیا جانتے تھے کہ قوانین قدرت کیا چیز ہیں اور مذہب کسے کہتے ہیں۔ مذہب کے یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ وہ اول سے اخیر تک بدیہی باتوں سے مخالفت کرے اور خداوند کریم کے اُن قوانین کو توڑے جو روز ازل سے مقرر ہو چکے ہیں جبکہ کل نظام کائنات کا دارومدار صرف انہی پر ہے مگر مذہب کی شان یہ ہے کہ اُسکے تمام اصول قوانین قدرت کے ہو بہو مطابق ہوں اور کبھی اُن کی مطابقت میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آئے +

علمائے کرام نے اپنے طور پر وحی کی جو کچھ تقسیم کی ہے وہ نہایت مناسب تقسیم ہے اگرچہ اس کی تشریح انھوں نے نہیں کی۔ وحی کی نسبت یہ یقین کر نبی غیر نبی حتے کہ مکھیوں کو بھی ہوتی ہو بالکل بااصول قوانین قدرت کے مطابق ہے اگر قرآن مجید میں صرف انبیاہی پر وحی کی قید لگائی جاتی تو ہم سمجھتے کہ فطرت باری تعالیٰ خلاف ہے وحی کا عام ہونا انبیاء علیہم السلام کی برترین شان میں کوئی فرق نہیں ڈال سکتا جبکہ مدارج کا بین تفاوت موجود ہے۔ اسکی مثال بالکل یہ ہو کہ ایک بادشاہ کے وزیر سے لگا کے چار روپے کے سائیس تک سب ملازم ہیں اور ملازمت کا اطلاق سب پر برابر ہوتا ہے مگر کیا وزیر کے رتبہ کو کوئی ادنےٰ شخص پہنچ سکتا ہے ؟ یہ کبھی بھی خیال نہیں ہو سکتا۔ ہمارا جو عقیدہ اور مذہب ہے وہ یہ ہے کہ گذشتہ انبیاء کی وحی میں اور ہمارے شافع روز محشر یعنے پیغمبر برحق حضور انور خیر البشر رسول خدا

صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وحی میں زمین وآسمان کا فرق ہے اور کچھ بھی نسبت نہیں ہے ہمارے واجب التوقیر علماء بھی اس طرف گئے ہیں مگر انہوں نے وضاحت سے اس مسئلہ پر بحث نہیں کی جتنے انبیاء کو وحی آئی وہ سب معانی تھی یعنے الفاظ خداوندی نہوتے تھے۔ بلکہ مفہوم ربانی تھا جسے انبیا اپنی زبان میں بیان کرتے تھے۔ اور فخر انبیاء قریشی نبی پر جو وحی نازل ہوئی اُسکے الفاظ اور اُسکا مفہوم سب ربانی تھا اور اس سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا ہمارے نبی معصوم خود ایک مجسم وحی تھے اور آپ میں کہ ہر وقت ہر گھڑی اور ہر لحظہ صدہا چشمے وحی کے ابلا کرتے تھے۔ آپ ہی کی ذات کو دنیا میں یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ آپ کی ذات صدہا وحیوں کی بازگشت تھی۔ آپ کا ہر بن مو فوارہ تھا ربانی وحیوں کا۔ روح القدس جب آپ کی پاک زندگی کے ساتھ لازم وملزوم ہو گئی تھی۔ پھر آپ کو خاص طور پر وحی کے نازل ہونیکا انتظار کرنے کی فطرت کیوں تکلیف دیتی۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ آپ پشت پدر سے نبی نکلے جدا ہوئے۔ آپ شکم مادر میں جب آئے ہیں تو نبی تھے آپ کا ظہور جب دنیا میں ہوا ہے تو حالت نبوت میں۔ اگرچہ پہلو کے چاک ہونے اور آلائش کے نکالنے کی روایت صحیح تسلیم کیجاتی ہے اور حدیث کی مستند کتاب میں درج ہے مگر اُسے تسلیم نہیں کرتے اور خبر احاد کے زمرہ میں رکھ کے اسکی طرف سے توجہ پھیر لیتے ہیں۔ ہمارا تو تحقیق ہے اور قرآن جابجا سے ہماری تائید کرتا ہے کہ آپ پیدا ہوئے روح القدس کی گودی میں آپ پاک اور معصوم تھے اور تمام وہ پاکیاں اور تقدس جو فطرت بخش سکتی تھی اول دن سے آپکو مل چکی تھیں۔ پھر اسکی ضرورت ہی کیا کہ فرشتہ آتا آپ کا پہلو چاک کرتا اور آپکے دلمیں نور بھرتا۔ خدا جانتا ہے اُس ذات اطہر وپاک کو اس امر کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اسکی معصومیت کا مرتبہ اس قسم کی باتوں سے بہت اعلےٰ تھا۔ روح القدس وحی ساالہام۔ یہ سب اُس کے پاس خون میں آمیز ہو رہے تھے وہ کامل انسان کی صورت میں پیدا ہوا۔ اور اپنے کمال انسانی کو ظاہر کرکے ہماری آنکھوں سے چھپ گیا مگر اب بھی وہ ہمارے ساتھ ہے اور ایسا ساتھ ہے کہ جان کندنی کی سخت ترین حالت میں اُس کا نام مبارک لے لینا ہم اپنی نجات کا باعث جانتے ہیں +

فطرت کی کتاب کو آنکھیں کھول کے دیکھو اور کچھ دیر اُسکا مطالعہ کرو تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ ایک قوت جو عظیم الشان کرہوں سے لگا کے ذرہ تک کو اپنی زنجیر میں باندھے ہوئے ہے ہم دریافت کرتے ہیں کہ فطرت کی جو قوت آفتاب کے کرے میں خرچ ہوتی ہے آیا وہی ذرہ میں بھی صرف میں آتی ہے؟ اسکا جواب

بآسانی ایک بچہ بھی دیکھ سکتا ہے کہ اسمیں اتنا ہی تفاوت ہے جتنا آفتاب اور ذرہ میں ہے۔ جب فطرت کے عالم ہی میں مدارج اور مراتب مقرر ہیں تو پھر ہمیں اعتراض کرنے اور نکتہ چینی کرنے کی کوئی بھی گنجایش نہیں ہم عالم فطرت کی سیر اپنے ناظر تفسیر کو تھوڑی دیر کیلئے کرانا چاہتے ہیں تاکہ اُسے فطرت کے آثار چڑھاؤ معلوم ہو جائیں اور وہ سمجھ جائے کہ اس وحی میں جو غیر نبی پر نازل ہوتی تھی اور اُس وحی میں جو فرشتے نبی پر نازل ہوئی تھی زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسلئے کہ عالم فطرت میں ذرہ سے لگا کے آفتاب تک اور قطرہ سے لگا کے سمندر تک مدارج قایم ہیں اگرچہ وہ ایک ہی مخلوق کیوں نہوں اور سب ایک ہی سلسلہ میں کیوں نہوں اور سب میں ایک ہی زنجیر کیوں نہ پڑی ہو +

جب ہم اُن زنجیروں پر نظر کرتے ہیں جو ہمارے گرد ہیں تو ہم سرگردان نئی نئی صورتیں دیکھتے ہیں نئے نئے رنگ ملاحظہ کرتے ہیں اور ہماری نظر اُن امتیازیہ مدارج پر پڑتی ہے جو فطرت نے اُنمیں ودیعت کئے ہیں اُن گوناگون اشکال کا امتحان اُن کی بناوٹ کی جانچ اور اُنکے استعمال کے طریقے سب اسبات پر دلالت کرتے ہیں کہ اُنکے مدارج اور مراتب جس طرح گوناگون ہیں اُسی طرح اُن کی فطرت میں زمین و آسمان کا فرق ہے جو چیزیں ہمارے گرد ہیں اور ایسی گردیں کہ اُٹھتے بیٹھتے ہمیں اُس سے مفر نہیں یا بالفاظ دیگر ہماری زندگی کا بالکلیہ دار و مدار اُن ہی پر ہے۔ مثلاً جنگل۔ کھیت۔ پانی۔ طرح طرح کے لاکھوں جانور سب میں وحی یا حکم خدا یا الہام کا سلسلہ قایم ہے یا کل مخلوق اس وحی سے دم بھر کے لئے جدا نہیں ہو سکتی۔ سطح زمین کا ایک بہت بڑا حصہ سبز مخملی گھاس سے فرش زمردین بن رہا ہے اُسپر سر سبز پودے اور لاکھوں قسم کے رنگا رنگ پھول کھلے ہوئے ہیں۔ کیا کوئی کم عقل سے کم عقل بھی خیال کر سکتا ہے کہ بغیر قانون قدرت یا وحی یا الہام کے یہ اس صورت شکل سے ایک لمحہ بھی قایم رہ سکتے ہیں؟ اور آگے بڑھ کے پہاڑوں کو دیکھو تاریک کانوں پر نظر کرو۔ عمیق غاروں میں نگاہ دوڑاؤ۔ سنگلاخ چٹانوں کو ملاحظہ کرو تو تمہیں ایک ایسا تعجب خیز نظارہ دکھائی دے گا کہ تم حیران ہو جاؤ گے۔ کہیں تو یہ چیزیں تمہیں ایک بیقاعدہ صورت میں دکھائی دینگی جو پریشان اِدھر اُدھر پھیلی ہوئی ہیں اور کہیں تم ایسا باقاعدہ پاؤ گے کہ ششدر ہونے کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اخیر یہ انتظام کس چیز سے ہو رہا ہے اور کس زبردست قوت نے اُنہیں اپنے زنجیر میں جکڑ کر رکھا ہے؟ جواب یہی دیا جائے گا کہ قانون قدرت یا حکم خدا یا وحی یا الہام نے +

ایک ناظر جس نے ان قدرتی چیزوں کو معمولی آنکھ سے دیکھا ہے وہ تو فوراً کہہ اُٹھیگا کہ اس کا سلسلہ نامتناہی ہے اور ان کا شمار کرنا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا ستاروں کا آسمان پر یا ریت کے ذروں کا سمندر کے کناروں پر مگر وہ ناظر جو فطرت کی کتاب تھوڑی بہت دیکھ چکا ہے وہ اُن کی علیحدہ علیحدہ تقسیمیں بتا دے گا اور اُن کے مدارج اور خاصیتوں میں صاف فرق پیدا کر کے دکھا دیگا کہ یہ کیا چیزیں ان کی ہستی کیا ہے۔ قدرت نے اُنہیں کیوں پیدا کیا ہے ان چیزوں کی حقیقت نہ پہچاننے نے لوگوں کو دھوکے میں ڈال دیا اور ہزاروں آدمی ان کی پرستش کرنے لگے مگر اسلام نے اُنہیں آدمی کا خدمت گذار اقرار دیا اور اُنہیں صرف یہی درجہ عنایت کیا کہ وہ انسان کے کام کی چیزیں ہیں قرآن تو یہی بیان جا بجا شدومد سے کرتا ہے مگر ہمارے واجب الاحترام حضرت سعدی علیہ الرحمتہ نے اس فطری مضمون کو جس عمدگی سے دو شعروں میں ادا کیا ہے۔ اُسکی تعریف ہم نہیں کر سکتے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں +

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

اصل میں انسان کی زندگی اتنی تھوڑی کہ وہ بذات خود قدرت کی باریکیوں اور گوناگوں ودیعتوں کا پتہ نہیں لگا سکتا۔ پھر بھی اُس نے اپنی محدود دماغی قابلیتوں سے بہت سی چھپی ہوئی باتوں کا پتہ لگا لیا ہے اور اُنہیں اپنی زندگی کے لئے ایسا کار آمد ثابت کیا ہے کہ بغیر اُسکے چارہ ہی نہیں۔ جب یہہ ثابت ہو چکا کہ ہر شے میں اُسکا جلوہ موجود ہے تو پھر یہ امر کب نکتہ چینی کے قابل ہے کہ اُس نے شہد کی مکھیوں کے پاس وحی بھیجی۔ اس میں شک نہیں کہ جتنے کام ہوتے ہیں خداوند تعالیٰ اپنی طرف نہیں منسوب کرتا ہے اگرچہ اُس نے اُن کے حدوث کے اسباب پیدا کر دیئے ہیں پھر بھی وہ خالق ہر کام کو اپنی طرف منسوب کرنے کا شایان ہے حضرت موسیٰ ؑ کی ماں کے دل میں اپنے بیٹے کی طرف سے اطمینان پیدا ہو جانا یہ معنے رکھتا ہے کہ ہم نے اُس سے کہا کہ نہ تو غم کھا نہ خوف کھا ہم اسے یعنے تیرے بچے کو پیغمبر بنائینگے۔ یہی کیفیت بی بی مریم کے ساتھ ہوئی۔ جب اُنہیں اس بات کا خوف ہوا کہ اس طرح بچہ ہونے پر لوگ کیا خیال کرینگے تو فوراً خیالات نے اس امر کی طرف عود کیا کہ خدا کی دی ہوئی چیز ہے بغیر اُس کی مرضی کے پتا تک نہیں ہلتا۔ چونکہ وہی قادر مطلق ہے جو چاہے کرے اس خیال نے اُنہیں تسکین دی اور ایسی حالت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم نے اپنی روح القدس

کو مریم کے پاس بھیجا کہ وہ اُسے ایک ایسے بیٹے کی بشارت دے۔ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ روح القدس ہر وقت اور ہر گھڑی اور ہر لحظہ علےٰ قدر مراتب ذرہ سے لگا کے انسان تک کے ساتھ رہتی ہے چنانچہ حضرت مریم کے ساتھ بھی تھی اور اسی وجہ سے انہیں یہ قلب مطمئنہ حاصل ہوا جسے خدا نے اپنے طرز کلام میں آدکھایا وحی کی جو کچھ حقیقت ہے وہ ہم بتا چکے شریعت نے جس طرح اُسے مانا ہے وہ ہم ظاہر کر چکے ہمارے خیال میں صرف اسی قدر لکھنا کافی ہوگا اور اس پر زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہ ہوگی تاہم ابھی یہ دکھانا ہے کہ وحی کے نازل ہونے کے جو طریق محدثین اور مفسرین نے بیان کئے ہیں اُس کے کیا معنے ہیں اور وہ تعداد میں کتنے ہیں +

اوّل وحی بواسطۂ جبرائیل ؑ

جبرائیل کے معنے خدا کے بندہ کے ہیں مگر زبان شریعت میں اُسے ناموس اکبر بھی کہتے ہیں محدثین نے بیان کیا ہے کہ ناموس اکبر یا روح القدس یا جبرائیل کئی صورت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغام پہنچاتے تھے کبھی تو جبرائیل کسی خاص شکل میں آکے وحی دیتے تھے۔ ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ آپ اکثر دحیہ کلبی کی صورت میں آیا کرتے تھے۔ ایک اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ آپ کبھی اجنبی کی صورت میں تشریف لایا کرتے تھے بخاری ومسلم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دن حضرت جبرائیل مسافرانہ صورت بن کے نہایت سفید لباس میں ظاہر ہوکے حضرت رسالت مآب کے زانو سے زانو ملا کے بیٹھ گئے اور اسلام اور ایمان کے معنے دریافت کرنے لگے آپ کے جواب کے بعد خود ہی تصدیق کرتے جاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس اجنبی شخص کے سوال اور تصدیق سے بہت ہی تعجب ہوا جب وہ چلے گئے تو حضرت رسالت مآب نے فرمایا یہ جبریل علیہ السلام تھے تمہیں اسلام اور ایمان کے معنے سکھانے آئے تھے +

ایک اور روایت ہے جسمیں حضرت جبرائیل کا دو روز نماز پڑھانا بیان ہوا ہے ایک روز اوّل وقت اور دوسرے روز آخر وقت۔ اس روایت کو امام مالک ؒ نے نقل کیا ہے۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی روایتیں ہیں لیکن ماحصل سب کا یکساں ہے اس لئے ہم نے غیر ضروری سمجھ کے نقل نہیں کیں ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں اگرچہ ہم۔ نتے ہیں کہ خبر احاد کو نہ ماننا اسلام میں کچھ خرابی نہیں پیدا کرتا مگر نہیں

ہم ہر روایت کو تسلیم کرتے ہیں اور اُس میں ایک حرف کا بھی تغیر و تبدیل نہیں کرنا چاہتے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جبریلؑ طرح طرح کی صورتوں میں وحی لے کے تشریف لاتے تھے نہ صرف وحی لے کے بلکہ معمولی باتیں سمجھانے کے لئے بھی آپ کا نزول ہوتا تھا مثلاً مسجد میں مع جوتیوں آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت جبریل نے فوراً مطلع کیا کہ آپ جوتی اُتار ڈالئے کیچڑ لگی ہوئی ہے۔ آپ نے فوراً جوتی اُتار ڈالی۔ جب صحابہؓ نے نماز ہی میں آپ کی تقلید کی تو آپ نے سلام پھیر کے فرمایا تم نے جوتیاں کیوں اُتار ڈالیں صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو دیکھ کے آپ نے فرمایا میری جوتی میں چونکہ کیچڑ لگی ہوئی تھی اس لئے جبرائیل نے مجھے آگاہ کیا۔ میں نے جوتی اُتار ڈالی۔ یہ ساری روایتیں جن کی تعداد صدہا سے گذر کے ہزارہا تک پہنچتی ہے بالکل صحیح ہیں۔ ہر لمحہ ہر کام کے لئے خواہ وہ کتنا ہی ادنےٰ کیوں نہ ہو حضرت جبریل کا آنا یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ میں جبریل یا ناموس اکبر یا روح القدس کی آمیزش ہو گئی تھی اور آپ کی ذات مطہر و مقدس کی روح القدس لازم بن گئی تھی آپ کا روح القدس میں کامل استغراق بلکہ مجسم روح القدس ہو جانا یہ معنی پیدا کرتا ہے کہ بعض وقت ایک نیا شخص آپ کو مجسم روح القدس معلوم ہوتی ہو اور آپ کی زبردست توجہ یا خیال کا صحابہ پر وہ اثر پڑتا ہو کہ وہ بھی اُسی آدمی کی صورت میں دیکھ لیتے ہوں مسمریزم گویا اس درجۂ یقین کی جو انبیا کو حاصل تھا الف بے تے ہے۔ اور یہ علم کوئی برا نہیں ہے اگر اس سے کوئی برا کام نہ لیا جائے تو بہت سی مفید باتیں اس سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ سلب مرض بآسانی ہو سکتا ہے۔ بغیر دیکھے کسی کتاب کو پڑھ لینا کچھ بات ہی نہیں ہے۔ جس شخص کو اس فن میں غلو ہو جاتا ہے اُسے مشکل نہیں ہے جس چیز کا خیال کرے وہ اُس کے آگے مجسم آکے کھڑی ہو جائے اور اُس سے باتیں کرے۔ اُس کی باتوں کا جواب دے اور خود اُس سے سوال کرے۔ ہمارے نبی معصوم کی شان اس سے بھی بہت بلند ہے ہم اُسے مانتے ہیں کہ بعض اوقات غلبہ روحانیت کی وجہ سے روح القدس آپ کو مجسم دکھائی دیتی تھی اور چونکہ صحابہ بھی روح القدس کی تائید میں تھے اس لئے انہیں بھی نظر آجانا کچھ بات نہیں کون ہے جو نبوت اور اُسکے راز سے ذرہ بھر بھی واقفیت رکھتا ہے۔ کون ہے جس نے اُن تعلقات کو پہچانا ہے جو مخصوص بندہ اور خالق کے درمیان قایم ہیں۔ معمولی باتوں کو لمبے چوڑے الفاظ میں بیان کرنا اور اُسی سے اپنے ہادیٔ برحق کی تعریف سمجھنا یہی سخت غلطی ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے نبی کی شان اگرچہ وہ ہماری طرح پیدا ہوئے۔ اور ہماری طرح پرورش پائی۔ ہماری طرح بڑے ہوئے۔ پھر بھی وہ امتیاز یہ مرتبہ رکھتی ہے جس کی بلندی پر ہمارا خیال

نہیں جاسکتا وہ کائنات کا لب لباب روح القدس کے مجسم آنے یا جبرائیل کی تعلیم سے بہت بالا ہے وہ خود ہی روح القدس ہے۔ خود ہی ناموس اکبر ہے۔ خود ہی جبرائیل ہے اور خود ہی میکائیل ہے یہ اُس کی صفتیں ہیں جن کے علیحدہ نام گنائے ہیں ورنہ یہ کل صفتیں اُس ذات میں جسے محمدؐ کے نام سے پکارتے ہیں خدا کی خاص صفتیں ہیں جو اُس نے محمد عربی میں ودیعت کی تھیں۔ کوئی اُنہیں نہ سمجھے اور اُنکے اٹکل پچو معنے لگائے یہ اُس کی خوش فہمی ہے۔ کہاں ہے یہ تاثیر کسی نام میں (اگرچہ بہت سے پیغمبر گذر گئے اور بہت سے فرشتوں کا بیان کیا گیا) اب بھی وہ نبی اُمّی اپنے روضہ مبارک میں سے کروڑوں بندگانِ خدا کو کلمۂ توحید پہ قایم رکھے ہوئے ہے اور اب بھی اُسکے مبارک نام میں حرارت زندگی اور قوت باقی ہے اب بھی میدان جنگ میں اُسکا پرجلال نام تیغ وسنان کا کام دیتا ہے اے معصوم ہاشمی نبی تیری بزرگی بہت بڑی ہے تو بلاشک کامل انسان کی صورت میں پیدا ہوا تو اپنا ثانی آپ ہی ہے ابھی تک ہم تیرے عالی مرتبہ کو نہیں پہچان سکے ہم اپنی محدود عقلوں اور اپنی بساط کے موافق تیری صفات کی جستجو کرتے ہیں مگر جیسا کہ چاہیے ہم اُنہیں نہیں پاتے +

دوم وحی بواسطۂ آواز

کبھی جرس کی مانند آپ کو ایک آواز سنائی دیتی تھی جیسا کہ صحیح بخاری اور مسند احمد حنبل میں ہے یہ بھی بیان ہوا ہے کہ یہ حالت آپ پر نہایت شاق گذرتی تھی۔ خود نبی معصوم و برحق نے اس آواز کی اصلی حقیقت بیان نہیں فرمائی۔ ہاں علمائے کرام نے اپنی اپنی عقل کے مطابق اسکی کئی وجہیں بیان کی ہیں بعض کا بیان ہے کہ فرشتوں کی پروں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ بعض کہتے ہیں متنبہ کرنیکے لئے پہلے سے آواز آجاتی تھی وغیرہ وغیرہ۔ جب خود اُس آواز کی کیفیت آنحضرت سے منقول نہیں تو مجبوراً علماء نے اپنی طرف سے رائے لگادی مگر پھر بھی وہ اُسکی کنہ تک نہ پہنچ سکے۔ جب انسان کسی خیال میں غرق ہوتا ہے تو اُسے اُسی رنگ کی نئی نئی آوازیں سنائی دیتیں اور شکلیں نظر آتی ہیں جنکو وہ سنتا اور دیکھتا تو ہے مگر اُنکی کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ غایت روحانیت یا غلبہ روح القدس کی وجہ سے آپکی ظاہری حالت میں تغیر ہو جانا یہ معنی نہیں رکھتا کہ وہ حالت آپ پر شاق گذرتی ہو دیکھنے والے تو شاید یہی سمجھتے ہوں مگر وہاں دایمی راحت اور ایک اعلےٰ درجہ کا قلب مطمئنہ حاصل ہوتا تھا اور خداوند تعالےٰ کی لازوال قوتوں کا پورا اندازہ کر کے اُس سے

لذت روحانی حاصل کی جاتی تھی۔ایک جرس کی آواز کیا ہم کہتے ہیں برق وباد کی آوازیں بھی کلام خدا نیچاتی ہیں۔ہوا اور بجلی کی آوازیں سمجھنے والوں کے نزدیک کلام خدا ہیں بیشک ان کے ذریعہ سے خدا اپنے خالص بندوں سے باتیں کرتا ہے +

جس نے اُس کا زخم کھایا ہے اُسے معلوم ہے
تیغ ابرو کی صفت گھائل سے پوچھا چاہیئے

موسیٰؑ سے کوئی پوچھے کہ تمہیں طور کے پہاڑ پر کیا معلوم ہوا تھا۔جہاں سے انہوں نے خداوند تعالےٰ سے باتیں کی تھیں وکلم اللہ موسیٰ تکلیما ع "قدر این بادہ ندانی بخدا تانچشی" نہیں جان سکتے وہ لوگ جو اس کوچہ سے واقف نہیں ہیں۔نہیں سمجھ سکتے وہ لوگ جنہوں نے معرفت اور حقیقت کو نہیں جانا ظاہرین ان الفاظ کے اور باتوں کے کچھ معنے لگاتے ہیں اور ہم اُن کے کچھ معنے سمجھتے ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک میں بیشک آوازیں آتی تھیں اور حقیقت میں وہ خدا کی آوازیں تھیں جو اپنے بندہ سے باتیں کرتا تھا۔بجلی کی آواز بھی اُسے نیا پیغام پہنچاتی تھی۔بادل کی گرج اُس کے لئے نئی ہدایتیں لاتی تھی اور آوازیں اسکے ارد گرد اُٹھتی تھیں اور جن سے اُس کی ظاہری حالت میں تغیر آجاتا تھا وہ بھی خدا ہی کی طرف سے۔اُس کا اُٹھنا بیٹھنا۔چلنا۔پھرنا۔باتیں کرنا سب وحی کے ذریعہ سے انجام پاتا تھا۔اس نظر سے ہر آواز جو روحانیت کے پورے غلبہ میں مسموع ہوتی تھی وہ خدا کی طرف سے تھی۔اور بلاشک خدا اُس سے خود کلام کرتا تھا۔یہ وہ عجیب معارف ودقایق ہیں جن کی تہ تک پہنچنا ہر کس وناکس کا کام نہیں ہے جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اپنے معبود برحق کے حکم کی تعمیل کی ہے ہمیں اُس نے اسی خدمت کے لئے چن لیا ہے۔اُس کا ہاتھ ہمارے ساتھ کام کر رہا ہے اور اُس کی روح القدس کی تائید ہمارے شامل حال ہے۔ہمیں اُس کی مرضی پر جینا۔اُسی کی مرضی پر کام کرنا اور اُسی کی مرضی پر مرنا پسند ہے دعا یہ ہے کہ روح القدس ہمیشہ ہمارے شامل حال رہے اور ہم اُسی کے سایہ اور اُس کی سرپرستی میں یہ عظیم الشان کام انجام دیں +

سوم وحی بواسطۂ تجلیات ربانی

محدثین نے بیان کیا ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر حالت بیداری میں وحی نازل ہوتی تھی

اور اُس کی یہ حالت ہوتی تھی کہ تجلیات ربانی سے آنکھوں میں وہ نور اور قوت پیدا ہو جاتی تھی کہ آپ عالم ملکوت کا مشاہدہ فرما لیتے تھے۔ اس صورت سے کل اسرار غیبی آپ پر عیاں ہو جاتے تھے جیسا کہ نماز کسوف میں آپ کو یہ بات پیش آئی تھی +

یہ بھی بالکل صحیح ہے ہم یہ تو نہیں مانتے کہ نماز کسوف ہی میں آپ پر تجلیات ربانی نے اپنا جلوہ کیا تھا اور اوقات ایسا نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ جو ہمارا یقین اور ایمان ہے وہ یہ ہے کہ کتاب فطرت ہر وقت آپ کے آگے کھلی رہتی تھی اور جسے آپ اول سے اخیر تک دیکھ بھی چکے تھے۔ تجلیات ربانی یعنے روح القدس آپ کی ہمدم و ہمقرین رہتی تھی۔ وجہ کیا کہ ہم ان سب باتوں پر تجلیات ربانی کا ایک خاص وقت مقرر کریں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ پیدا ہونے کے وقت سے وصال کے وقت تک ایک لحہ بھی ایسا نہیں گذرا کہ آپ تجلیات ربانی کے بازگشت نہ بنے رہے ہوں اور آپ پر اسرار غیبی نہ عیاں ہوتے ہوں۔ قرآن مجید کی آیتوں یا سورتوں کا بروقت ضرورت نزول اس امر کی خاص دلیل ہے کہ آپ کبھی تجلیات ربانی یا روح القدس یا جبرائیل کی مجالست سے علیحدہ نہیں ہوئے اور یہ کیونکر ہو سکتا تھا جب آپ ایک عظیم الشان فرض کی انجام دہی کے لئے پیدا ہوں۔ جب آپ پر دنیا کے ایک بہت بڑے حصہ بلکہ کل دنیا کی صلاح موقوف ہو جب آپ پر توحید کی اشاعت محصر ہو ایسے بڑے اہم فرض کی کامیابی کے ساتھ انجام دینے کے لئے تمام ربانی تجلیوں کا ہجوم چاہیئے کیونکہ ایسے بڑے کام روح القدس کی پوری تائید اور پورے ہمقرین ہوئے بغیر ممکن نہیں۔ لوگوں کی طبیعت میں ایک ایسا زندہ اثر پیدا کرنا جو صدہا برس گذرنے کے بعد ویسا ہی پر زور رہے بغیر ربانی امداد اور روح القدس کی کامل تائید کے ناممکن سے بھی زیادہ ناممکن ہے +

اگرچہ آپ انسان تھے مگر کامل انسان تھے اور کامل انسان کی جو صفت ہوتی ہے وہ آپکی مقدس ذات میں ودیعت ہوئی تھی۔ آپ فطرۃ اللہ کو بخوبی سمجھ سکتے تھے اور آپ کو خوب معلوم تھا کہ انسان کے پیدا کرنے کی کیا غایت ہے۔ خود خداوند تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرما دیا ہے کہ ہم نے جن اور انس کو محض عبادت کے لئے پیدا کیا ہے یہ ایک بڑا پر معنی جملہ ہے جس کی تفسیر ابھی تک پورے طور سے کسی مفسر نے نہیں ہوئی۔ ہم نے وحی کے نازل ہونے میں سلف سے مطلق اختلاف نہیں کیا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ انہوں نے کئی پہلو وحی کے نازل ہونے کے پیدا کئے ہیں اور

ہم سب پہلوؤں سے صرف ایک ہی مراد لیتے ہیں۔ یہ سب کے ایک ہی سے نتیجے اور سب کا ایک ہی مفہوم جس طرح چاہے سمجھیں اور جس طرح چاہے یقین کریں۔ نزول وحی کی بعض حالتوں کو محدثین علما نے ایک ہی وقت میں قید کر دیا ہے۔ ہم صرف اس سے اختلاف رکھتے ہیں اور ہمارا یہ خیال ہے کہ پیغام خدا ایک صورت سے نازل ہونا چاہئے۔ دقتاً فوقتاً اُس کی نئی صورتیں پیدا ہونا کوئی مصلحت نہیں رکھتا۔ ایک ہی خدا ایک ہی پیغام اور ایک ہی رسول پھر بار بار نئی صورتوں کا پیغام بھیجنے میں پیدا ہونا خلاف عقل ہے۔ خداوند اپنی ہر ارذل ترین مخلوق سے باتیں کرتا ہے اور اپنی گفتگو یا کلام کا طریقہ ہر ایک کے ساتھ اُس سے علیحدہ مقرر کر رکھا ہے اُس سے بھی تجاوز نہیں ہو سکتا وہ پیغمبروں سے بھی باتیں کرتا ہے وہ ایک فاسق اور فاجر سے بھی ہمکلام ہوتا ہے۔ وہ کیڑوں سے بھی گفتگو کرتا ہے مگر ہر ایک سے اُسکے ہمکلام ہونیکا ایک نیا قاعدہ ہے اور اُس سے تجاوز ممکن نہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کبھی تو روح القدس اُفق پر اپنے بڑے پروں سے دکھائی دیتی تھی اور اس صورت سے پیغام باری تعالی اپہنچاتی تھی اور کبھی دحیہ کلبی کی صورت میں نمودار ہوتی تھی اور کبھی آواز نیکے سنائی دیتی تھی اور کبھی برق و رعد کا لباس پہنکر ظاہر ہوتی تھی اور کبھی نور بن کے آنکھوں کے سامنے چکرانے لگتی تھی۔ یہ ساری باتیں تراشی ہوئی ہیں جن کو نزول وحی کے راز سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ پھر بھی اگر ہم ان کل صورتوں کو تسلیم کرلیں تو صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح پانی کے فوارے میں آفتاب کی کرنیں مختلف رنگ پیدا کر دیتی ہیں اسی طرح وحی کے اُس چشمے میں جو ہر وقت قلب محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے جوش زن رہتا تھا تجلیات ربانی کی شعاعیں اُس جوش زن چشمہ میں نئی نئی صورتیں اور رنگ پیدا کر دیتی تھیں جن کی کنہ کو سوائے اُس ذات کے جسکے دل میں یہ چشمۂ وحی اُبلتا تھا اور کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ نہ وہ خود اس کی اصلی کیفیت الفاظ میں بیان کرسکتا تھا۔ انسانی زبان کے الفاظ۔ محدود اور وہ حالت اور اُس کی کیفیت غیر محدود۔ پھر کیونکر ممکن ہو سکتا تھا کہ شمہ برابر بھی اُس کا راز ادا ہو سکتا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ تمثیلوں میں بیان فرماتے تھے۔ کبھی اُسے آواز برق و رعد کی تمثیل میں بیان فرمایا اور کبھی آدمی کی صورت کی تمثیل دی۔ اور کبھی تجلیات ربانی کی مثال دیکے سمجھایا۔ اور اصل تو یہ ہے کہ ان تمثیلوں کی بھی آپ کو ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ اُن تمثیلوں میں بھی سمجھانا محالات سے تھا۔ نہ خداوند تعالی نے آپ کا یہ فرض مقرر کیا تھا کہ صحابہ کو وحی کے نازل ہونے کی کیفیت سمجھائیں بلکہ جس لئے آپ مبعوث ہوئے تھے وہ صرف اتنا کام تھا کہ آپ وحی بیان

فرماویں اور بس۔ کبھی زبردستی نہیں کی گئی کہ خدا کا حکم جبراً مانو اور اُسپر عمل کرو۔ اُسکی تائید خود کلام پاک موجود ہے جہاں یہ ارشاد ہوا ہے کہ "دین میں زبردستی نہیں ہے۔ ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے" کلام کی یہی خوبی ہے کہ وہ خود بخود دلمیں گھر کر جاتا ہے اور اُسکے نقش بغیر کسی کوشش کے از خود دل میں بیٹھتے جاتے ہیں۔ آپ کی تعلیم کا طریقہ اسقدر حسن اور نرم تھا کہ دنیا میں کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ قرآن مجید سے بھی خود اس کی شہادت ملتی ہے جہاں فرمایا ہے "نصیحت احسن اور نرم طریقہ سے کیجائے۔ یہ ساری باتیں اس امر کا پورا ثبوت ہیں کہ وحی جس کے لفظی معنے نرم بات کے ہیں ایک ایسا راز باری تعالےٰ تھا جس کی حقیقت لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتی۔ تمثیلوں میں بیان کرنے سے اگر کوئی نتیجہ ہو سکتا ہے تو صرف یہ کہ عام طور پر لوگ وحی کی وقعت کریں اور صاحب وحی کو ایک عظیم الشان مرتبہ والا سمجھیں مگر جن کی نظر نہایت گہرائی میں جاتی ہے اور جو قوانین قدرت کا اصلی منشا سمجھتے ہیں۔ جنہیں نبوت اور اسکے راز کا اوپری علم بھی ہے اور جو محمدؐ اور خدا کے تعلقات سے واقف ہیں اُن کا یہ خیال ہے کہ نزول وحی کے طریقے تمثیل میں سمجھانے سے نہ کوئی مطلب ہوتا ہے نہ نزول وحی کا راز سربستہ کھلتا ہے۔ ایک نفیس کھانا میزبان نے پکا کے رکھا مہمان کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ کھانا بھی کھاتا جائے اور اسکی ترکیب دریافت کرنے کی میزبان کو تکلیف دے صرف یہ دیکھنا ہے کہ آیا کھانا اچھا ہے یا نہیں۔ اور عموماً اسی کی تعریف ہوتی ہے کہ کھانا اچھا پکا ہے اس سے بحث نہیں کہ کیونکر پکایا گیا۔ ہاں پکانے والے کا نام بتانا یا دریافت کرنا کچھ ایسی نازیبا بات نہیں ہے اسی طرح ہمیں وحی کی بابت فیصلہ کرنا چاہئیے۔ صرف اتنا ہی فرما دینا کافی تھا کہ یہ کلام خدا ہے اور مجھپر نازل ہوا ہے اس میں یہ اوامر ہیں اور یہ نواہی ہیں۔ اس کی حقیقت بیان کرنے کی ضرورت نہیں تھی کہ مجھپر وحی نازل ہونیکا یہ طریقہ ہے اور میری یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔ اگر کل حدیثوں کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اُس سے اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ سلم کی ظاہری صورت دیکھ کے یہ ساری باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کبھی خاص وقت میں آپنے کچھ فرما دیا بھی ہو مگر آپ کا وہ فرمانا محض تمثیلی خیال کیا جائے گا۔ حقیقت سے اُسے کچھ سروکار نہیں ہونے کا۔ جب راحت۔ کھٹاس مٹھاس کی کیفیت بیان کرنے میں ہمیں تمثیلی الفاظ لانے پڑتے ہیں تو نزول وحی کی کیفیت ہم سے ان محدود الفاظ میں کیونکر بیان ہو سکے گی۔ جو کچھ ہم جان سکتے ہیں وہ اُسی قدر ہے جتنا ہمیں خدا نے آگاہ کیا ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے "قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ" یعنے کہہ جو کوئی

روح القدس کا دشمن ہو ہوا کرے مگر اُس نے تو یہ قرآن تیرے دل پر خدا کی طرف سے اُتارا ہے۔ اس آیت سے صاف طور پر بغیر کسی مجاز اور تاویل کے یہ پایا جاتا ہے کہ خود آپ ہی کے قلب مبارک سے وحی کا چشمہ اُبلتا تھا اس لئے روح القدس نے آپ کے دل پر خدا کی طرف سے قرآن القا کیا تھا اور ایک آیت سے اس کی تشریح بھی واضح طور پر ہو گئی جہاں خداوند رب العرش ارشاد کرتا ہے یلقے الروح من امرہ علےٰ من یشاء یعنے خدا روح القدس کو جس میں چاہے القا کرتا ہے یا خدا روح القدس کو جس کے پاس چاہتا بھیجدیتا ہے اس سے یہ بات تو نہیں پیدا ہوتی کہ خدا کا فرشتہ آدمی کی صورت آکے بلفظ قرآن سناتا تھا۔ بلکہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کے حکم سے روح القدس کلام خدا کو دل میں القا کر دیتی تھی آگے آنے والی آیتیں اور بھی صاف ہیں جن سے تمام شبہے جو عوام الناس کو ہو رہے ہیں دور ہو جائیں گے چنانچہ وہ آیتیں یہ ہیں انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین وما صاحبکم بمجنون ولقد راٰہ بالافق المبین وما ھو علی الغیب بضنین وما ھو بقول الشیطٰن رجیم فاین تذھبون یعنے یہ قرآن اُس رسول کریم (یعنے روح القدس) کا کلام ہے جو صاحب قوۃ اور خدا کے نزدیک معزز اور امین ہے اور تمہارا نبی (محمدؐ) کچھ دیوانہ نہیں (کہ اپنے خیالات کو مجنون کی طرح روح القدس اور وحی سمجھ جائے) اور اُس نے روح القدس کو (اس کی صورت اصلیہ پر) افق پر دیکھا ہے اور وہ غیب کی باتوں میں بخیل نہیں اور یہ قرآن مجید شیطان کا قول نہیں۔ پس تمہارا خیال کدھر جاتا ہے (جو ایسی بدگمانیاں کرتے ہو) ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ روح القدس شروع پیدائش سے آپ کے ہمقرین تھی اور آپ کی ذات اقدس واطہر کے ساتھ مل کے شیر و شکر ہو گئی تھی۔ جو کچھ آپ فرماتے تھے وہ روح القدس کی تائید سے ہوتا تھا یا بالفاظ دیگر خود آپ میں روح القدس بولتی تھی۔ روح القدس کو افق پر دیکھنا کیا معنے رکھتا ہے اس سے یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ ایک مجسم چیز افق پر ایک بار دکھائی دی اور پھر غائب ہو گئی۔ بلکہ روح القدس کی اصلیت کو بلند دیکھنے کے یہ معنی ہیں کہ سب سے اعلیٰ درجہ کی روح القدس آپکی ہمقرین بنائی تھی۔ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ روح القدس کی تائید سے کوئی خالی نہیں ہے اور یہ بھی ہم نے لکھا تھا کہ بقدر مراتب روح القدس کی تائید ہوتی ہے اس کی اس آیت سے شہادت مل گئی۔ افق پر روح القدس کو دیکھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ کی ذات میں جو روح القدس ودیعت ہوئی تھی وہ اعلیٰ درجہ کی اور بلند تھی یہ ہماری خوش فہمی ہے کہ ہم حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ایک جسم قرار دے کے افق پر کھڑا کریں اور

(؟)ن کے بڑے بڑے پر بیان کریں اور اُن کی صورت ایک ایسے خوفناک دیو کی بیان کریں جو ہمارے مشرقی قصہ نویسوں نے زیادہ تر اپنے فسانون میں لکھے ہیں ایک کامل نور کامل ہدایت کو ایک ہیبت ناک جسم میں مقید کرنا یہ ہمارے بعض علماء کرام کا شیوہ ہے جس سے ہم بدقسمتی سے اتفاق نہیں کرتے

رب العرش کا یہ فرمانا کہ جو کچھ محمد کی زبان سے نکلتا ہے روح القدس کا کلام ہے جو صاحب قوت بھی ہے اور ہماری نظر میں امین بھی ہے صاف دلالت کرتا ہے کہ روح القدس آپ کی ذات اقدس واطہر میں بولتی تھی اور اسقدر وابستہ ہو گئی تھی کہ جو کلام آپ کی زبان مبارک سے سرزد ہوتا تھا اس میں روح القدس کی تائید ضروری تھی +

پھر خداوند تعالیٰ فرماتا ہے قل نزله الروح القدس من ربك بالحق یعنے تو کہہ اس قرآن کو تیرے رب کی طرف سے سچائی کے ساتھ روح القدس نے اُتارا ہے۔ اسمیں شک کرنا اور اسکی صداقت میں کلام کرنا سخت نافہمی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جو کچھ روح القدس کی طرف سے نازل ہوا وہ حق ہے اور سوائے صداقت کے اُس میں کچھ بھی نہیں۔ وحی اور اُس کے نازل ہونے کی حقیقت بیان بالا سے بخوبی ثابت ہو گئی ہوگی زیادہ غور کرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے وہ کہاں تک منشا باریتعالے کے موافق ہے اور اُس کا تطابق ایک حد تک علوم جدیدہ کے اصول مسلمہ سے ہوتا ہے قوانین قدرت شاہد ہیں کہ اسلام سے زیادہ صاف اور سمجھ میں آجانے والا مذہب دنیا میں کوئی نہیں۔ یونانی فلسفہ کی کسوٹی پر پرکھا تو اسے سچا پایا اور اب علوم جدیدہ کی سلطنت ہے اُنہوں نے ہر طرح سے پرکھا۔ کوئی نقص نہیں دیکھا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ عقل سلیم اور آزادی رائے ہونی چاہیئے۔ تعصب اندھا کر دیتا ہے اور پھر حق و ناحق میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اسلام نے صاف طور پر بتا دیا کہ فرشتہ کسے کہتے ہیں۔ نزول ملائکہ کے کیا معنے ہیں۔ الہام اور وحی کی کیا حقیقت ہے۔ مگر یہودی اور عیسائی اُس گہرائی میں نہیں پہونچے۔ اُنہوں نے فرشتوں کا ایک خارجی وجود قایم کیا ہے۔ مثل انسان کے فرشتے آتے ہیں اور اُن سے باتیں کرتے ہیں۔ مثل انسان کے جو پیغام سناتے ہیں اُس میں آواز بھی ہوتی ہے اور الفاظ بھی ہوتے ہیں اور پھر جسم خاکی سے وہ آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ یہ خیال افریقیہ کی وحشی اقوام کے لئے زیادہ موزوں ہیں۔ اسلام جیسے مہذب اور شایستہ مذہب کو ان سے کچھ علاقہ نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ یوروپ میں عیسائیت مٹتی جاتی ہے اور اُس کا دائرہ اس قدر تنگ ہوتا جاتا ہے

کہ چند روز میں سوائے قومیت کے عیسائیت کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا +

قرآن مجید اُس شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتا جس نے تقلید کا جامہ پہن لیا ہے یا تعصب نے اُسکی عقل کو بیکار کر دیا ہے - قرآن میں معجزہ یہی ہے کہ ہر شخص کی فہم کے مطابق وہ جواب دیتا ہے اور اُس کا اطمینان کر دیتا ہے جسقدر گہری نظر کرتے جاؤ گے نئے نئے مطالب حاصل ہوتے جائینگے اور وہ وہ باریکیاں نکلیں گی جو دیدہ ہوں نہ شنیدہ - یہ بات اور ہے کہ ہم اپنے خیال میں کسی خاص معتبر پرایمان لے آئیں اور یہ سمجھ بیٹھیں کہ جو کچھ اُس نے لکھا ہے بس وہی خدا کا کام ہے دوسرا اُس سے اچھی بات بھی کہے تو ماننا کفر ہے ایسی طبیعت اور ایسے خیالات کا علاج سوائے افسوس اور خاموشی کے ہو نہیں سکتا - غیر طرفدارانہ طور پر توریت اور انجیل کو قرآن سے مقابلہ کرو تو ایک عظیم فرق پاؤ گے - توریت اور انجیل کی سب باتیں مافوق الفطرت ملیں گی جنہیں کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا - قرآن مجید کی تمام باتیں قوانین قدرت کے مطابق پائی جائیں گی جن کو اس کے خلاف کوئی بھی ثابت نہیں کر سکتا اور جس نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اُس نے منہ کی کھائی اور سخت خفت اُٹھائی - وحی اور الہام کے کیسے ادق مضمون تھے مگر قرآن مجید نے ایسے حل کیے کہ ایک حکیم سے لگا کے ایک بچہ تک سمجھ لے اور کبھی کوئی نکتہ چینی پیدا ہی نہ ہو سکے - قرآن مجید کی تعلیم بالکل صاف اور سیدھی ہے - پڑھنے والے اگر پیچیدگی میں پڑ کے کچھ کا کچھ سمجھ جائیں تو اُن کی عقل کا قصور ہے - اس کی بالکل یہی مثال ہے سے

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست — در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

یہاں تو ہم نے وحی کے اقسام اور حقیقت بیان کی اب دوسرے پہلو پر بحث کرتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ قرآن مجید کو کس وحی سے تعبیر کرتے ہیں اور احادیث نبویہ کو کس وحی سے - یہ بحث ہمارے علماء کرام کی بہت دلچسپ ہے - مگر اس بحث کا ایسے شخص کی سمجھ میں آنا مشکل ہے جو تقلید پرستی کرتا ہو اور اُس کے دین اور دینی عقاید کا دارومدار صرف ایک ہی عالم کے خیالات پر ہو - ہاں جسے فہم سلیم عطا ہوتی ہے اور جو اپنی عقل سے کچھ بھی کام لینا جانتا ہے وہ ہماری بحث کو سمجھے گا بھی اُس سے لطف بھی اُٹھائے گا اور ممکن ہے کہ اُسے کچھ فائدہ بھی ہو - چنانچہ وہ بحث یہ ہے +

وحی متلو اور وحی غیر متلو

وحی کی دو قسمیں ہیں ایک وحی متلو یعنے قرآن مجید اور ایک وحی غیر متلو یعنے حدیث قدسی یا سنت - یہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ آپ کا کوئی کلام روح القدس کی آمیزش سے خالی نہ ہوتا تھا اور جو کچھ آپ کے دل میں القا ہوتا تھا اُسے وحی کہتے ہیں تو ضرور ہوا کہ وہ صحیح حدیثیں جو آپ نے بیان فرمائی ہیں روح القدس کی تائید سے خالی نہ ہوں - چونکہ اُن احادیث کا طرز کلام قرآن کے طرز بیان سے مطلق مطابقت نہیں کھاتا اس لئے اس پر اگرچہ وحی کا اطلاق کیا گیا لیکن اُس میں اور قرآن میں فرق کرنے کے لئے جدا جدا نام ٹھیرا دیئے ایک کو وحی متلو اور دوسرے کو وحی غیر متلو یعنے سنت اور حدیث قدسی کہا - اب یہ بحث نہایت پیچیدہ ہے کہ جب اس بات کو تسلیم کیا جاتا ہے کہ روح القدس دم بھر آپ سے جدا نہ ہوتی تھی اور ہر وقت آپکی زبان سے بولتی تھی - غرض جو کلام آپ فرماتے تھے وہ وحی سے خالی نہ ہوتا تھا اور پھر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے علم ادب میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور اگر کسی طول طویل حدیث میں ایک چھوٹا سا جملہ بھی قرآن مجید کا آجاتا ہے تو بالکل علیحدہ معلوم ہوتا ہے - اور قرآنی الفاظ کسی صورت سے چسپاں ہی نہیں ہوتے اسکا جواب یہ ہے کہ جو حدیثیں حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کی جاتی ہیں وہ بالمعنی روایت ہوتی ہیں یہ صرف ہماری ہی رائے نہیں ہے بلکہ ایک بڑا گروہ علماء کا اس طرف گیا ہے الفاظ رسول خدا احمد عربی کے نہیں ہوتے اگرچہ مطلب کچھ نہ کچھ ہونا ممکن ہے - چونکہ الفاظ غیروں کے ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن کے علم ادب اور احادیث کے علم ادب میں فرق ہے - یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ حضور انور نے تمام زندگی میں جتنی باتیں کیں یا جتنے الفاظ زبان سے نکالے وہ سب اسی شان اور عظمت کے تھے جیسے قرآن کے ہیں کیونکہ روح القدس کے قلب پر کامل غلبہ اُسی وقت ہوتا تھا جب قرآن کے بیان کرنے کی ضرورت پڑتی تھی اور یہ بات انسانی حالت سے بعید نہیں ہے معمولی انسانی حالت پر غور کر لو ایک تو وہ الفاظ ہیں جو اُسکے قلم سے نکلتے ہیں اور ایک وہ الفاظ ہیں جو اُسکی زبان سے نکلتے ہیں دونوں کے علم ادب اور شان میں بہت بڑا فرق ہوگا - کبھی ممکن نہیں کہ ہماری وہ تحریر جو ہم نے ایک تنہا کمرے میں خاموشی سے لکھی ہے ہماری اُس تقریر سے مطابق ہو جائے جو ہم نے زبانی مجمع عام میں کی ہے - لاکھ کچھ ہیں بولنے کی مشق ہو پھر بھی بہت بڑا فرق ہوگا - یہ مثال اگرچہ بہت

ادنے مثال ہے پھربھی اس سے کچھ نہ کچھ سمجھ میں آجاتا ہے کہ قرآن کی زبان میں اور حدیث کی زبان میں کیوں بہت بڑا فرق ہے۔ فرق تو فرق کچھ نسبت ہی نہیں ہے۔ اب ایک بحث بڑی دلچسپ ہم کرتے اور بتلاتے ہیں کہ وحی کا رنگ حضرت رسالت مآب تک یکساں رہا یا کچھ بدلا گیا قرآن مجید سے تو صریح طور پر یہ نہیں پایا جاتا کہ پہلے وحی کا رنگ اور تھا اور حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدل گیا۔ مگر ہم اسے تسلیم کرتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا اور جس کا اشارہ ہم پہلے بھی کر آئے ہیں۔ لیکن اب اسے ہم بالتفصیل لکھتے ہیں۔ انبیا پر جو وحی پہلے نازل ہوتی تھی وہ در اصل اُس القا کا (جو خدا کی طرف سے روح القدس کے ذریعے سے دل میں ہوتا تھا کبھی کبھی جب ضرورت ہوتی تھی) مفہوم بیان کر دیتے تھے۔ روح القدس کے الفاظ سے کچھ غرض نہ ہوتی تھی۔ توریت اور انجیل میں خدا کو متکلم کہیں نہیں بنایا گیا ہے مگر قرآن مجید میں خدا ہر جگہ متکلم بنایا گیا ہے۔ بعض پادری اعتراض کرتے ہیں کہ خدا کے متکلم بنانے سے ایک قسم کا تصنع مراد ہے کہ لوگ عقیدہ لے آئیں اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ در حقیقت یہ کلام خدا ہی ہے۔ یہ اعتراض اگر بغور دیکھا جائے تو زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اس کا ثبوت ملنا مشکل ہے کہ پہلے وحی کیونکر القا ہوتی تھی اس لئے کہ تورات اور انجیل حضرت موسیٰ و حضرت عیسےٰ کے کئی صدی بعد لکھی گئی ہیں جس طرح مسلمانوں نے حدیثیں جمع کی ہیں اسی طرح توریت و انجیل کے قصص جمع ہوئے پھر بھی غور سے دیکھا جائے تو احادیث کی جمع و تنقید میں بہت بڑا بل ہے۔ ہمارے ہاں اسماء الرجال گویا صحیح اور غیر صحیح پرکھنے کی کسوٹی ہے۔ مگر توریت و انجیل کے اقوال پرکھنے کی کوئی کسوٹی اس وقت تک ایجاد نہیں ہوئی۔ ہمیں یہاں اس بحث سے کچھ سروکار نہیں صرف دکھانا یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ یا حضرت عیسےٰؑ جو کلام خدا فرماتے تھے اگر اُسی وقت لکھ لیا جاتا تھا تو ضرور اس پر غور کیا جاتا اور جب کلامِ خدا صدہا برس کے بعد لکھا گیا تو اُس میں کلام ربانی کی شان ہی کیونکر پائی جاسکتی ہے۔ ہم اس بحث کے بعد یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ علماء نصاریٰ کا خیال ہے وہ صحیح ہے جیسا کہ بیوسوبر اور لیافان صاحب لکھتے ہیں وہ روح القدس نے جس کی تعلیم اور مدد سے انجیل نویسوں اور حواریوں نے لکھا ہے اُن کے لئے کوئی زبان نہیں ٹھیرا دی تھی بلکہ اُس نے اُن کے دلوں میں صرف مطلب سمجھا دیا اور غلطی میں پڑنے سے بچا لیا اور ہر ایک کو اختیار دیا کہ اپنے محاورہ اور عبارت میں اُسکو ادا کرے اور جیسے ہم اُن پاک لوگوں کی لیاقت اور مزاج کے موافق اُن کتابوں

میں فرق پاتے ہیں اسی طرح وہ شخص جو اصل زبان سے باہر ہوگا۔ متی۔ لوقا۔ پال۔ اور یوحنا کے محاورے میں فرق پائیگا۔ اگر روح القدس حواریوں کو عبارت بنا دیتی تو یہ بات ہرگز نہوتی بلکہ اس حالت میں کتب مقدسہ میں سے ہر کتاب کا محاورہ علیحدہ ہوتا؟ اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روح القدس نے کلام ربانی حواریوں اور انجیل نویسوں کے دل میں القا کیا۔ دوسرے یہ بھی ہدایت کردی کہ اپنے محاورے کے مطابق اسے بیان کرنا اس کے یہ معنے ہیں کہ اگر روح القدس چاہتی بھی تب بھی صدی ہیجڑہ صدی کی گذشتہ باتوں حواریوں اور انجیل نویسوں کے دلوں میں القا نہیں کرسکتی تھی۔ غرض عیسائیوں کا یہ عقیدہ معلوم ہوگیا کہ بطور مضمون کے وحی القا ہوئی تھی اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا آیا انبیاء علیہم السلام کو بھی بطور مضمون کے وحی القا ہوتی تھی یا بطور عبارت اور الفاظ کے اگر سابق الذکر کو مان لیں تو ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اور انبیاء سے بہت اعلےٰ ہے کہ روح القدس کلام خدا آپ میں القا بھی کرتی تھی اور اُس کی عبارت بھی بتا دیتی تھی اور اگر آخر الذکر کو مانیں تو پادری صاحب کا طریقہ وحی بدلنے کا اعتراض قایم نہیں رہتا +

اسکے بعد اگر ہم بفرض محال یہ تسلیم کرلیں کہ سوائے محمد عربی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کل انبیا کو وحی بطور مضمون کے القا ہوتی تھی اور روح القدس کے ذریعہ سے اُنہیں الفاظ اور عبارت نہیں بتائی جاتی تھی اور پھر اخیر میں یہ طریقہ بدل دیا گیا۔ تو اُس سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ جب خدا کی حجت پوری ہوئی اور اُس نے دیکھ لیا کہ لوگوں نے چونکہ خدا کے الفاظ نہ دیکھے تھے بہت کچھہ اُس میں تبدیلیاں پیدا کردیں اور جس نے جو کچھہ چاہا گھٹا بڑھا دیا اور اس اثناء میں سلسلہ نبوت برابر جاری تھا اور اخیر میں نبوت کا سلسلہ ختم ہونے کو تھا اس لئے یہ حکمت تھی کہ روح القدس مضمون کے ساتھ عبارت بھی القا کرے تاکہ پھر تبدیلی کا سان وگمان بھی نہ رہے سلسلہ نبوت ختم ہوچکا ہے اگر مضمون ہی مضمون القا ہوتا اور وہ بدلا جاتا (کیونکہ مضمون کا بدلا جانا نئے نئے الفاظ میں ڈھلنے اور نئے نئے محاوروں میں آنے کے لازمی ہے) تو پھر اور کسی نبی کے آنے کی ضرورت داعی ہوتی تاکہ وہ بتائے کہ کلام خدا میں یہ یہ تحریف ہوئی تھی۔ اور جب خدا کو سلسلہ نبوت ہمارے معصوم وبرحق نبی پر ختم کرنا تھا تو ساتھ ہی یہ بھی لازمۂ حکمت تھا کہ وحی کے القا ہونے کی طرز بھی بدل دی جاتی اور بجائے مضمون کے وحی عبارت میں نازل ہوتی اور ہر ہر لفظ پر مُہر خدا لگائی جاتی اور کل کلام خدا کی طرف منسوب کیا جاتا اور

اُس کی شان تمام معاصر کلاموں سے بالکل علیحدہ ہوتی اور اُس کا ایک ایک لفظ مثل روشن چاند کے ہوتا جو آسمان پر ستاروں سے الگ دکھائی دیتا ہے۔ یہ جواب ہے عیسائیوں کے اعتراضوں کا جو وہ بڑے زور شور سے طریقہ وحی اسلامیہ پر کرتے ہیں۔ روح القدس نے کلام کا القا بلفظہ کیا اور لفظ بلفظ حضرت رسالتمآب نے لوگوں کو پڑھ کے سنایا اب معلوم ہوا کہ وحی متلو اُس وحی کو کہتے ہیں جس کے الفاظ بھی خدا ہی سے ہوں اور وحی غیر متلو وہ ہے جو بطور مضمون کے روح القدس کے ذریعہ سے القا ہوتی ہو۔ وحی غیر متلو کا درجہ وحی متلو سے ادنےٰ ہے اسی بناء پر مسلمان مفخر انبیا حضرت رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کو صاحب وحی متلو سمجھتے ہیں +

اب اس کج بحثی کا تو کوئی جواب نہیں کہ طریقہ القا سے وحی کی تبدیلی تکذیب نبوت پر اسلئے دلالت کرتی ہے کہ خدا کو اپنا قدیمی قاعدہ بدلنے کی کیا ضرورت تھی تو اس کج بحثی کا الزامی جواب یہ ہوسکتا ہے کہ خدا کو خلاف عادت کیا ضرور تھا جیسا کہ عیسائیوں کا دین ایمان ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بے باپ کے پیدا ہوئے مر کے زندہ ہوئے اور پھر مع جسم آسمان پر اُٹھا لئے گئے اس خلاف عادت امر کے کرنے کی خدا کو کیا ضرورت تھی۔ اب جو جواب پادری صاحب اس امر کا دیں گے وہی جواب مسلمان طریقہ وحی کی تبدیلی کی نسبت دیدیں گے +

جو کچھ ہم نے وحی کی بابت مختصر بحث کی ہے ہمارا خیال ہے کہ ناظر تفسیر کی تسکین کے لیئے بہت کافی ہوگی وہ اس تمام بحث کو بغور پڑھ کے سمجھ جائے گا کہ ہمارے نبی معصوم و برحق خود مجسم وحی تھے آپ کے مبارک دل میں ہر وقت وحی کے چشمے روح القدس کے ذریعہ سے اُبلتے تھے۔ آپ درحقیقت نہیں بولتے تھے۔ بلکہ روح القدس بولتی تھی آپ دراصل کلام نہیں کرتے تھے بلکہ روح القدس کلام کرتی تھی قرآن مجید خود اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ اُس کا ایک ایک لفظ روح القدس کی آمیزش سے خالی نہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے دنیا کے کل مذاہب سے کنارہ کرلو اور پھر غیر طرفدارانہ قرآن پر غور کرو تو تمہیں ایک سخت حیرت انگیز نقشہ دکھائی دے گا۔ یہ کتاب جیسی پر اثر ہے ویسی ہی ایک زندگی جاوید اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ اس کے ایک ایک جملہ میں ایک زندہ روح ہے جس کی قوت تیرہ سو برس سے جوں کی توں باقی ہے زمانے بدل گئے مذاق بدل گئے خیالات بدل گئے۔ مگر اُس کے الفاظ اب بھی ایک ہی جگہ قایم ہیں اور کسی کو جراءت نہیں ہوسکتی کہ ذرا سی سوء ادبی سے اُس کی طرف

دیکھے جو مسلمان نہایت آزاد خیال ہیں اور اگرچہ وہ نام کے مسلمان ہیں مگر جب اُنکے قول کے مقابلہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ خداوند تعالیٰ قرآن مجید میں یہ فرماتا ہے تو پھر اُن میں دم زدن کا یارا نہیں ہوتا اور وہ اپنی سلامتی خاموشی میں دیکھتے ہیں۔ ایک نظر سے تو مسیحی دنیا کو دیکھو جہان انجیل حکومت کر رہی ہے اور ایک نظر سے اسلامی دنیا کو دیکھو جہاں قرآن حکومت کرتا ہے تو تمہیں بہت بڑا فرق معلوم ہوگا۔ انجیل کی حکومت بوسیدہ دکھائی دے گی اور ہر جگہ طوائف الملوکی یعنے مذہب سے علاوہ علوم جدیدہ کی سلطنت معلوم ہوگی اور جب اور ہر غور کروگے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ قرآن کی حکومت میں اب بھی دم خم باقی ہے اور جو رعب اُس کا ایک غریب شخص پر ہے وہی شہنشاہ بحر و بر پر ہے۔ ہر لفظ میں ایک زندہ روح۔ حرارت اور قوت پائی جاتی ہے اور اُس کا سبب اگر معلوم ہوتا ہے تو صرف یہ کہ یہ وحی متلو ہے اور انجیل وحی غیر متلو یعنے اُس کے الفاظ بھی روح القدس کے الفاظ ہیں اور انجیل کے الفاظ روح القدس کے الفاظ نہیں ہیں +

اے انبیا کے سچے محسن تیری شان برتر و اعلےٰ ہے تجھ میں ہر وقت روح القدس بولتی ہے۔ بیشک تیرا کلام روح القدس کا کلام ہے۔ اب بھی روح القدس اُس میں اُسی روحانیت سے موجود ہے اور جس وقت تیری کتاب پڑھی جاتی ہے بس یہی معلوم ہوتا ہے کہ روح القدس بول رہی ہے اے ہادیٔ برحق تو اب بھی ہم میں وعظ فرماتا معلوم ہوتا ہے جب تیری کتاب پڑھی جاتی ہے تو تیری موجودگی کا نقشہ ہماری آنکھوں کے آگے کھنچ جاتا ہے۔ کچھ تو ہے جس کا یہ اثر ہے اور کوئی بات تو ہے جس نے ایک ہی رسّی میں سب کو جکڑ رکھا ہے اے قریشی نبی تیری ہی کتاب کی رہنمائی سے تجھے پا سکتے ہیں اور تیری ہی ہدایت سے ہم منزل مقصود پر پہنچ سکتے ہیں۔ اختلافات نے اگرچہ مسلمانوں کو گھیر لیا ہے مگر تیرا اور تیری کتاب کا اے امی نبی ہر فرقہ وہی احترام کرتا ہے تیری روشن کتاب کی ایک چھوٹی سی آیت چشم زدن میں ہزارہا اختلافات کو مٹا دیتی ہے۔ کیوں نہ ہو تو رب العرش کا سچا پیغمبر ہے اور تیری کتاب روح القدس کی تائید سے ترتیب دی گئی ہے

تمام شد